رسولِ اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے
آخری لمحات
www.KitaboSunnat.com
مولانا ابو الکلام آزاد

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر ______

مولانا ابوالکلام آزاد

نام کتاب .... رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے آخری لمحات

مصنف .... مولانا ابوالکلام آزادؒ

اہتمام .... وقار احمد

ناشر .... مکتبہ جمال ۔ لاہور

پرنٹرز .... گنج شکر پرنٹرز' لاہور

سنِ اشاعت 2008ء

قیمت .... [illegible] روپے

ملنے کا پتہ:

تھرڈ فلور' حسن مارکیٹ' اردو بازار' لاہور

فون: 7232731

Email: maktaba_jamal@email.com
maktabajamal@yahoo.co.uk

فہرست

رحلت نبوی

اذا جآء نصر اللّٰہ و الفتح ورایت الناس ید خلون فی دین اللّٰہ افوجا ہ فسبح بحمد ربک وستغفرہ انہ کان تواباہ

جب اللہ کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوا' تم نے دیکھ لیا کہ لوگ دین خداوندی میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ اب تم اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاؤ اور استغفار کرو' بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آخری حج کی تیاری

جب یہ سورت نازل ہوئی تو پیغمبر انسانیت ﷺ نے اللہ کی مرضی کو پا لیا کہ اب وقت رحلت قریب آ گیا ہے۔ حضور ﷺ اس سے پہلے خانہ کعبہ میں تطہیر حرم کا آخری اعلان کر چکے تھے کہ آئندہ کسی مشرک کو اللہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہو گی۔ اور کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکے گا۔ حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد فریضہ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ اب ۱۰ ھجری میں آرزو پیدا ہوئی کہ سفر آخرت سے پہلے تمام امت کے ساتھ مل کر آخری حج کر لیا جائے۔ بڑا اہتمام کیا گیا کہ کوئی عقیدت کیش ہمر کابی کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔ حضرت علیؓ کو یمن سے بلایا

گیا۔ قبائل کو آدمی بھیج کر ارادہ پاک کی اطلاع دی گئی۔ آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کو رفاقت کی بشارت سنائی اور حضرت فاطمہ ؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ ۲۵ ذیقعد کو مسجد نبوی میں جمعہ ہوا اور وہیں ۲۶ ذیقعد کی روانگی کا اعلان ہو گیا۔ جب ۲۶ کو صبح منور ہوئی تو چہرہ انوار سے روانگی کی مسرتیں نمایاں ہو رہی تھیں۔ غسل کر کے لباس تبدیل فرمایا اور ادائے ظہر کے بعد حمد و شکر کے ترانوں میں مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ اس وقت ہزارہا خدام امت اپنے نبی نعمت کے ہمرکاب تھے۔ یہ قافلہ مقدس مدینہ منورہ سے چھ میل دور ذی الحلیفہ میں پہنچ کر رکا جہاں آپ ؐ نے شب بھر اقامت فرمائی اور دوسرے روز حضرت دوبارہ غسل فرمایا۔ حضرت صدیقہ ؓ نے جسم پر اپنے ہاتھوں سے عطر ملا۔ راہ سپار ہونے سے پہلے آپ پھر اللہ کی حاضری میں کھڑے ہو گئے اور بڑے درد و گداز سے دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر قصوا پر سوار ہو کر احرام باندھا اور ترانہ لبیک بلند کر دیا۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ ط

اس ایک صدائے حق کی اقتداء میں ہزارہا خدا پرستوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آسمان کا جوف حمد خدا کی صداؤں سے لبریز ہو گیا۔ اور دشت و جبل توحید کے ترانوں سے گونجنے لگے۔ حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں، جہاں تک انسان کی نظر کام کرتی تھی، انسان ہی انسان نظر آتے تھے۔ جب اونٹنی کسی اونچے ٹیلے پر سے گزرتی تو تین تین مرتبہ صدائے تکبیر بلند فرماتے۔ آوازہ نبوی کے ساتھ لاکھوں آوازیں اور اٹھتیں اور کاروان نبوت کے سروں پر نعرہ ہائے تکبیر کا ایک دریائے رواں جاری ہو جاتا۔ سفر مبارک نو روز جاری رہا۔ ۴ ذوالحج کو طلوع آفتاب کے ساتھ مکہ معظمہ کی عمارتیں نظر آنے لگی تھیں اور ہاشمی خاندان کے معصوم بچے لپنے بزرگ

کائنات کی تشریف آوری کی ہوا سن کر اپنے اپنے گھروں سے دوڑتے ہوئے نکل رہے تھے کہ چہرہ انور کی مسکراہٹوں کے ساتھ لپٹ جائیں۔ ادھر سرور عالم ﷺ شفقت منتظر کی تصویر بن رہے تھے۔ حضور پاک نے اپنے کمسن بچوں کے معصوم چہرے دیکھے' تو جوش محبت سے جھک گئے اور کسی کو اونٹ کے آگے بٹھا لیا اور کسی کو پیچھے سوار کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد کعبۃ اللّٰہ کی عمارت پر نظر پڑی تو فرمایا۔

"اے اللہ! خانہ کعبہ کو اور زیادہ شرف و امتیاز عطا فرما۔"

معمار حرم ﷺ نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا طواف فرمایا۔ پھر مقام ابراہیم ؑ کی طرف تشریف لے گئے اور دوگانہ تشکر ادا کیا۔ اس وقت زبان پاک پر یہ آیت جاری تھی۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اور مقام ابراہیم کو سجدہ بناؤ۔

کعبۃ اللّٰہ کی زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ یہاں پر آنکھیں کعبۃ اللّٰہ سے دو چار ہوئیں تو زبان پاک سے ابر گہربار کی طرح کلمات توحید و تکبیر جاری ہو گئے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر لا اله الا اللّٰه وحده انجز وَعْدَهٗ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

خدا' صرف خدا' معبود برحق ﷺ کوئی اس کا شریک نہیں۔ ملک اس کا' حمد اس کے لیے وہی جلاتا ہے' وہی مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اس نے اپنے بندے کی امداد فرمائی اور اکیلے نے تمام قبائلی جمیعتیں پاش پاش کر دیں۔

۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام فرمایا ۔ ۹ کو جمعہ کے روز نماز صبح ادا کر کے منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادی نمرہ میں آ ٹھہرے' دن ڈھلے میدان عرفات میں تشریف لائے' تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار' خدا پرستوں کا مجمع سامنے تھا اور زمین سے آسمان تک تکبیر و تہلیل کی صدائیں گونج رہی تھیں ۔ اب سرکار دو عالم قصوا پر سوار ہو کر آفتاب عالمتاب کی طرح کوہ عرفات کی چوٹی سے طلوع ہوئے تاکہ خطبہ حج ارشاد فرمائیں پہاڑ کے دامن میں عائشہ رضی اللہ عنہا' صفیہ رضی اللہ عنہا' علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ' خالد رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ' اصحاب صفہ اور عشرہ مبشرہ اور دوسری سینکڑوں اسلامی جماعتیں اور قبائلی جمعیتیں جلوہ فرما تھیں اور پہلی ہی نظر سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ والئی امت اپنی امت کے موجودات لے رہے ہیں اور محافظ حقیقی کو اس کا چارج سپرد فرما رہے ہیں ۔

خطبہ حجتہ الوداع:

رسول اللہ ﷺ کے آخری آنسو' جو اس امت کے غم میں بہے حجتہ الوداع کے خطبہ میں جمع ہیں ۔ اس وقت دولت و حکومت کا سیلاب' مسلمانوں کی طرف امنڈ چلا آ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا غم یہ تھا کہ دولت کی یہ فراوانی' آپ کے بعد' آپ کی امت سے رابطہ اتحاد کو پارہ پارہ کر دے گی ۔ اسی لیے اتحاد امت کا موضوع اپنے سامنے رکھ لیا اور پھر درد نبوت کی پوری توانائی اسی موضوع پر صرف فرما دی ۔ پہلے نہایت ہی درد انگیز الفاظ میں' قیام اتحاد کی اپیل کی پھر فرمایا کہ پس ماندہ طبقات کو شکایت کا موقع نہ دینا ۔ تاکہ حصار اسلام میں کوئی شگاف نہ پڑ جائے ۔ پھر اسباب نفاق کی تفصیل پیش کر کے ان کے بیخ کنی کا عملی طور پر سرو سامان فرمایا ۔ پھر واضح کیا کہ جملہ مسلمانوں کے اتحاد کا مستقل سنگ اساس کیا ہے ؟ آخری وصیت یہ فرمائی کہ ہدایات کو آئندہ نسلوں میں

پھیلائے اور پہنچانے کے فرض میں کوتاہی نہ کرنا۔ خاتمہ تقریر کے بعد حضور ﷺ نے اپنی ذاتی سرخروئی کے لیے حاضرین سے شہادت پیش کرتے ہوئے اس طرح بار بار اللہ کو پکارا کہ مخلوق خدا کے دل پگھل گئے' آنکھیں پانی بن گئیں اور روحیں انسانی جسموں کے اندر تڑپ کر الامان اور الغیاث کی صدائیں بلند کرنے لگیں۔

حمد و صلوٰہ کے بعد خطبہ حج کا پہلا دردانگیز فقرہ یہ تھا:

"اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں اور تم اس اجتماع میں کبھی دوبارہ جمع نہیں ہوں گے۔"

اس ارشاد سے اجتماع کی غرض و غایت بے نقاب ہو کر سب کے سامنے آگئی۔ اور جس شخص نے بھی یہ ارشاد مبارک سنا۔ تڑپ کر رہ گیا۔ اب اصل پیغام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

"اے لوگو! تمہارا خون' تمہارا ننگ و ناموس' اسی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے' جس طرح یہ دن (جمعہ) یہ مہینہ (ذی الحج) اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) تم سب کے لیے قابل حرمت ہے۔

اسی نکتے پر مزید زور دے کر ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! آخر تمہیں بارگاہ ایزدی میں پیش ہونا ہے' وہاں تمہارے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جائیو' کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو۔"

رسول پاک ﷺ کی یہ دردمندانہ وصیت زبان پاک سے نکلی اور تیر کی طرح دلوں کو چیرتی گئی۔ اب ان نفاق انگیز شگافوں کی طرف توجہ دلائی۔ جن کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ یعنی یہ کہ اقتدار اسلام کے بعد غریب اور پس ماندہ گروہوں پر ظلم کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فرمایا:۔

"اے لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اپنے اللہ سے ڈرتے رہنا۔ تم نے نام خدا کی ذمہ داری سے انہیں زوجیت میں قبول کیا ہے' اور اللہ کا نام لے کر ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ غیر کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں' اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں ایسی مار مارو جو نمایاں نہ ہو' اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ انہیں بافراغت کھانا کھلاؤ اور بافراغت کپڑا پہناؤ' اسی سلسلے میں فرمایا۔

"اے لوگو! تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو خود کھاؤ گے' وہی انہیں کھلانا' جو خود پہنو گے' وہی انہیں پہنانا۔"

عرب میں فساد و خونریزی کے بڑے بڑے موجبات دو تھے' ادائے سود کے مطالبات اور مقتولوں کے انتقام۔ ایک شخص' دوسرے شخص سے اپنے قدیم خاندانی سود کا مطالبہ کرتا تھا اور یہی جھگڑا پھیل کر خون کا دریا بن جاتا تھا۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کو قتل کر دیتا۔ اس سے نسلاً" بعد نسل قتل و انتقام کے سلسلے جاری ہو جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان دونوں اسباب فساد کو باطل فرماتے ہیں۔

"اے لوگو! آج میں جاہلیت کے تمام قواعد و رسوم کو اپنے قدموں سے پامال کرتا ہوں۔ میں جاہلیت کے قتلوں کے جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی مقتول ربیعہ بن حارث کے خون سے' جسے ہذیل نے قتل کیا تھا' دست بردار ہوتا ہوں۔ میں زمانہ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی سود۔ عباس بن عبدالمطلب کے سود سے دست بردار ہوتا ہوں۔"

سود اور خون کے قرضے معاف کر دینے کے بعد فرد عدالت تفاق کی طرف متوجہ ہوئے اور ورثہ 'نسب 'مقروضیت اور ضمانت کے تنازعات کے متعلق فرمایا۔

"اب اللہ تعالیٰ نے ہر ایک حقدار کا حق مقرر کر دیا۔ لہٰذا کسی کو وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچہ جس کے بستر پر پیدا ہو 'اس کو دیا جائے اور زنا کاروں کے لیے پتھر ہے اور ان کی جواب دہی اللہ پر ہے۔ جو لڑکا 'باپ کے سوا کسی دوسرے کا دعویٰ کرے اور غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے' ان پر خدا کی لعنت ہے عورت شوہر کے بلا اجازت' اس کا مال صرف نہ کرے ' قرض ادا کئے جائیں رعایت واپس کی جائے۔ عطیات لوٹائے جائیں اور ضامن تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہے"

اہل عرب کے نزاع اور اسباب نزاع کا دفعیہ ہو چکا' تو اس بین الاقوامی تفریق کی طرف توجہ فرمائی جو صدیوں کے بعد عرب و عجم 'یا گورے اور کالے کے نام سے پیدا ہونے والی تھی۔ ارشاد فرمایا۔

" ہاں اے لوگو! تم سب کا خدا بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے لہٰذا کسی عربی کو عجمی پر 'کسی سرخ کو سیاہ پر 'کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی پیدائشی برتری یا امتیاز حاصل نہیں ہو گا۔ ہاں افضل وہی ہے جو پرہیزگاری میں زیادہ ہو۔ ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان ایک برادری ہیں۔"

اتحاد اسلام کی مستقل اساس کی طرف راہنمائی فرمائی۔

"اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں 'کہ اگر تم نے اسے

مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا، تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے، وہ چیز اللہ کی کتاب قرآن ہے۔"

اتحاد امت کے عملی پروگرام کی طرف راہنمائی فرمائی :۔

"اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور نہ میرے بعد کوئی نئی امت ہے پس تم سب اپنے اللہ کی عبادت کرو۔ نماز پنجگانہ کی پابندی کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو۔ اللہ کے گھر کا حج کرو۔ حکام امت کے احکام مانو تا کہ اپنے اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کر لو۔"

آخر میں فرمایا:

وانتم تسالون عنی فما انتم قائلون

ایک دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا۔ تم اس وقت کیا جواب دو گے؟

اس پر مجمع عام سے پر جوش صدائیں بلند ہوئی۔

انک قد بلغت اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے تمام احکام پہنچا دیۓ

وادیت اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرض رسالت ادا کر دیا۔

و نصحت اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے کھرے کھوٹے کا الگ کر دیا۔

اس وقت حضور سرور عالم ﷺ کی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھی۔ ایک دفعہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے تھے اور دوسری دفعہ مجمع کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

اللّٰھم اشھد اے اللہ! خلق خدا کی گواہی سن لے

اللّٰھم اشھد اے اللہ! مخلوق خدا کا اعتراف سن لے

اللّٰھم اشھد اے اللہ! گواہ ہو جا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔

"جو لوگ موجود ہیں' وہ ان لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں' میری ہدایات پہنچاتے چلے جائیں ۔ ممکن ہے کہ آج کے بعض سامعین سے زیادہ پیام تبلیغ کے سننے والے اس کلام کی محافظت کریں۔"(۱)

تکمیل دین و اتمام نعمت

خطبہ حج سے فارغ ہوئے تو جبریل امین وہیں تکمیل دین اور اتمام نعمت کا تاج لے آئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناہ (سورۃ المائدہ: آیت ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ۔ تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور دین اسلام پر اپنی رضامندی کی مہر لگا دی۔

سرکار دو عالم نے جب لاکھوں کے اجتماع میں اتمام نعمت اور تکمیل دین فطرت کا یہ آخری اعلان فرمایا' تو آپ ﷺ کی سواری کا سامان ایک روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا اختتام خطبہ کے بعد حضرت بلال ؓ نے اذان بلند کی اور حضور ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھائی ۔ یہاں سے ناقہ پر سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک بارگاہ الٰہی میں کھڑے دعائیں کرتے رہے ۔ جب غروب آفتاب کے قریب ناقہ نبوی ہجوم خلائق میں سے گزری تو آپ کے خادم اسامہ بن زید ؓ آپ کے ساتھ سوار تھے اور کثرت ہجوم کے

(۱) صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۳۴، نور محمد، کراچی ۱۹۶۱

باعث لوگوں میں اضطراب سا پیدا ہو رہا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ ناقہ کی مہار کھینچتے جاتے تھے اور زبان پاک سے ارشاد فرماتے تھے:۔

السکینه ایها الناس　　لوگو! سکون کے ساتھ

السکینه ایها الناس　　لوگو! آرام کے ساتھ

مزدلفہ میں نماز مغرب ادا کی اور سواریوں کو آرام کے لیے کھول دیا گیا۔ پھر نماز عشا کے بعد لیٹ گئے۔ اور صبح تک آرام فرماتے رہے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ عمر بھر میں یہی ایک شب ہے جس میں آپ نے نماز تہجد ادا نہیں فرمائی۔ ۱۰ ذی الحج کو ہفتہ کے روز جمرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے چچیرے بھائی فضل بن عباس آپ کے ساتھ سوار تھے۔ ناقہ قدم بہ قدم جا رہی تھی۔ چاروں طرف ہجوم تھا۔ لوگ مسائل پوچھتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ جمرہ کے پاس ابن عباس نے کنکریاں چن کر دیں' تو آپ ﷺ نے انہیں پھینکا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا:۔

"اے لوگو! مذہب میں غلو کرنے سے بچے رہنا تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئی ہیں۔"

تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد فراق امت کے جذبات تازہ ہو جاتے تھے۔ آپ اس وقت ارشاد فرماتے تھے۔

"اس وقت حج کے مسائل سیکھ لو' میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت آئے۔"

میدان منیٰ اور غدیر خم کے خطبات

یہاں سے منیٰ کے میدان میں تشریف لائے' ناقہ پر سوار تھے حضرت بلالؓ مہار تھامے کھڑے تھے۔ اسامہ بن زیدؓ پیچھے بیٹھے کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے تھے' آگے پیچھے اور دائیں اور بائیں انصار' قریش اور قبائل کی صفیں دریا کی طرح رواں تھیں۔ اور ان میں ناقہ نبوی کشتی نوح' ستارہ نجات بن رہی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ باغبان ازل نے قرآن کریم کے انوار سے صدق و اخلاص کی جو نئی دنیا بسائی تھی' اب وہ شگفتہ و شاداب ہو چکی ہے۔ حضور ﷺ نے اسی دور جدید کی یاد تازہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"آج زمانے کی گردش' دنیا کو پھر اسی نقطہ فطرت پر لے آئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق ارض و سما کی ابتدا کی تھی۔"

پھر ذی قعدہ' ذی الحج' محرم اور رجب کی حرمت کا اعلان کرتے ہوئے مجمع کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

پیغمبر ﷺ انسانیت۔ آج کون سا دن ہے؟

مسلمان۔ اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبر ﷺ انسانیت۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا آج قربانی کا دن ہے؟

مسلمان۔ قربانی کا دن ہے۔

پیغمبر ﷺ انسانیت۔ یہ کون سا مہینہ ہے؟

مسلمان۔ اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبر ﷺ انسانیت۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا ذوالحجہ نہیں ہے؟

مسلمان۔ بے شک یہ ذوالحجہ ہے۔

پیغمبر ﷺ انسانیت۔ یہ کون سا شہر ہے؟

مسلمان :۔ اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

پیغمبر انسانیت ﷺ :۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟

مسلمان :۔ بے شک یہ بلدۃ الحرام ہے۔

اس کے بعد فرمایا۔

"مسلمانو! تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری آبرو، اسی طرح محترم ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ اے لوگو! تمہیں اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ اگر کسی نے جرم کیا تو وہ خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہو گا۔ باپ، بیٹے کے جرم کا ذمہ دار نہیں اور بیٹا باپ کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔ اب شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی پرستش کی جائے گی۔ ہاں تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کرو گے تو وہ ضرور خوش ہو گا۔ اے لوگو! توحید، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج یہی جنت کا داخلہ ہے۔ میں نے تمہیں حق کا پیغام پہنچا دیا ہے، اب موجود لوگ، یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچاتے رہیں، جو بعد میں آئیں گے۔"

یہاں سے قربان گاہ میں تشریف لائے اور ۶۳ اونٹ خود ذبح فرمائے اور ۳۷ کو حضرت علیؓ سے ذبح کرایا۔ اور ان کا گوشت اور پوست سب خیرات کر دیا۔ پھر عبداللہ بن معمر کو طلب کر کے سر کے بال اتروائے اور یہ موئے مبارک تبرکاً تقسیم ہو گئے۔ یہاں سے اٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا اور زمزم پی کر منیٰ میں واپس تشریف لے گئے۔ اور ۱۲ ذوالحجہ تک وہیں اقامت فرما رہے ۱۳ کو خانہ کعبہ کا آخری طواف کیا اور انصار و

مہاجرین کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ جب غدیر خم میں پہنچے تو صحابہ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! میں بھی بشر ہوں' ممکن ہے' اللہ کا بلاوا اب جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے لیے دو مرکز ثقل قائم کر چلا ہوں' ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی جمع ہے۔ اسے محکمی اور استواری کے ساتھ پکڑ لو۔ دوسرا مرکز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں۔"

گویا یہ اجتماع امت کے لیے اہل و عیال کے حقوق و احترام کی وصیت تھی تاکہ وہ کسی بحث میں الجھ کر حضور ﷺ کے مختصر سے خاندان کے ساتھ بے لحاظی کا سلوک نہ کریں مدینہ کے قریب پہنچ کر رات ذوالحلیفہ میں ٹھہرے اور دوسرے دن مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ محفوظ' مامون حمد کرتے ہوئے اور شکر بجا لاتے ہوئے۔

ملک بقا کی تیاری:

حضور سرور عالم ﷺ مدینہ منورہ میں پہنچ کر فسبح بحمد ربک واستغفرہ کی تعمیل میں مصروف ہو چکے تھے۔ بارگاہ ایزدی کی حاضری کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ صبح و شام معبود حقیقی کے ذکر و یاد کی طلب تھی اور بس۔

رمضان المبارک میں ہمیشہ دس روز کا اعتکاف فرماتے تھے ۱۰ھ میں ۲۰ روز کا اعتکاف فرمایا۔ ایک دن حضرت فاطمہ بتول تشریف لائیں تو ان سے فرمایا۔

"پیاری بیٹی! اب مجھے اپنی رحلت قریب معلوم ہوتی ہے۔ انہیں ایام میں شہدائے

احد کی تکلیف، بے بسی کی شہادت اور مردانہ وار قربانیوں کا خیال آ گیا۔ تو گنج شہیداں میں تشریف لے گئے۔ اور بڑے درد و گداز سے ان کے لیے دعائیں کیں۔ نماز جنازہ پڑھی اور انہیں اس طرح الوداع کہی، جس طرح ایک بزرگ شفیق، اپنے کم سن بچوں کو پیار کرتا ہے اور پھر انہیں الوداع کہتا ہے، یہاں سے واپس آئے تو منبر نبوی پر جلوہ طراز ہوئے اور ارباب صدق و صفا سے نہایت درد مندانہ لہجہ میں مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

"دوستو! اب میں تم سے آگے منزل آخرت کی طرف چلا جا رہا ہوں۔ تا کہ بارگاہ ایزدی میں تمہاری شہادت دوں۔ واللہ مجھے یہاں سے اپنا وہ حوض نظر آ رہا ہے جس کی وسعت ایلہ سے جحفہ تک ہے۔ مجھے تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اب مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، البتہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اور اس کے لیے آپس میں کشت و خون نہ کرو، اس وقت تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح قومیں ہلاک ہوئیں۔"

کچھ دیر بعد قلب صافی میں حضرت زید بن حارثؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ انہیں حدود شام کے عربوں نے شہید کر دیا تھا۔ ارشاد فرمایا:

"اسامہ بن زیدؓ فوج لے کر جائیں اور اپنے والد کا انتقام لیں۔"

ان ایام میں خیال مبارک زیادہ تر گزرے ہوئے نیاز مندوں ہی کی طرف مائل محبت رہتا تھا۔ ایک رات آسودگان بقیع کا خیال آ گیا۔ یہ عام مسلمانوں کا قبرستان تھا۔ آپ ﷺ محبت سے آدھی رات اٹھ کر وہاں تشریف لے گئے اور عام امتیوں کے لیے بڑے سوز سے دعا فرماتے رہے۔ پھر یہاں کے روحانی دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"انا بکم للاحقون" میں اب جلد تمہارے ساتھ شامل ہو رہا ہوں۔

ایک دن مسجد نبوی میں پھر مسلمانوں کو یاد فرمایا۔ اجتماع ہو گیا تو ارشاد فرمایا:۔

" مسلمانو! مرحبا اللہ تعالیٰ تم سب پر اپنی نعمتیں نازل فرمائے، تمہاری دل شکستگی دور فرمائے۔ تمہاری اعانت و دستگیری فرمائے تمہیں رزق اور برکت مرحمت فرمائے، تمہیں عزت و رفعت سے سرفراز فرمائے تمہیں دولت امن و عافیت سے شاد کام فرمائے، میں اس وقت تمہیں صرف خوف خدا و اتقا کی وصیت کرتا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ ہی تمہارا وارث اور خلیفہ ہے اور میری تم سے اپیل اسی کے خوف کے لیے ہے۔ اس لیے کہ میرا منصب نذیر مبین ہے۔ دیکھنا اللہ کی بستیوں اور بندوں میں تکبر اور برتری اختیار نہ کرنا۔ یہ حکم ربانی ہر وقت تمہارے ملحوظ خاطر رہنا چاہیے۔

تلک الدار الآخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین۔

یہ خوف کا گھر ہے۔ ہم یہ ان لوگوں کو دیتے ہیں۔ جو زمین میں غرور اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے۔ آخرت کی کامرانی پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

پھر فرمایا۔ الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں؟ آخری الفاظ یہ ارشاد فرمائے۔

" سلام تم سب پر اور ان سب لوگوں پر جو واسطہ اسلام سے میری بیعت میں داخل ہوں گے۔"

علالت کی ابتداً

۲۹ صفر بروز دو شنبہ ایک جنازے سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں سر کے درد سے علالت کا آغاز ہو گیا ۔ حضرت ابو سعید ؓ حذری فرماتے تھے کہ سرکار دو جہاں کے سرمبارک پر رومال بندھا تھا ۔ میں نے ہاتھ لگایا ۔ یہ اس قدر جل رہا تھا کہ ہاتھ کو برداشت نہ ہوتی تھی ۔ دو شنبہ تک اشتداد مرض نے مرضی اقدس پر زیادہ قابو پا لیا ۔ اس واسطے ازواج مطہرات نے اجازت دے دی کہ اب حضورﷺ کا مستقل قیام حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے ہاں کر دیا جائے ۔ اس وقت مزاج اقدس پر ضعف' اس قدر طاری تھا کہ خود قدموں سے چل کر حجرہ عائشہ ؓ تک تشریف نہیں لے جا سکے ۔ حضرت علی ؓ اور حضرت عباس ؓ نے رسول کردگار کے دونوں بازو تھامے ' اور مشکل سے حجرہ عائشہ ؓ میں تشریف لائے ۔ حضرت صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بیمار ہوتے تھے ' یہ دعا اپنے ہاتھوں پر دم کرکے جسم مبارک پر ہاتھ پھیر لیتے تھے ۔

اذھب الناس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاء ک شفاء "لا یغادر سقماہ

اے مالک انسانیت ! خطرات دور فرما دے اے شفا دینے والے تو شفا عطا فرما دے شفا وہی ہے جو تو عنایت کرے ' وہ صحت عطا کر کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے ۔

اس مرتبہ میں نے یہ دعا پڑھی اور نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے یہ چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھ پھیر دوں ۔ مگر حضورﷺ نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیے اور ارشاد فرمایا ۔

.اللھم لغفرلی و الحقنی بالرفیق الاعلی ۔

اے اللہ ! معافی اور اپنی رفاقت عطاً فرما دے ۔

وفات سے پانچ روز پہلے

وفات اقدس سے پانچ روز پہلے (چہار شنبہ) پتھر کے ایک ٹب میں بیٹھ گئے اور سر مبارک پر پانی کی سات مشکیں ڈلوائیں۔ اس سے مزاج اقدس میں خنکی اور تسکین سی پیدا ہو گئی۔ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:

"مسلمانو! تم سے پہلے ایک قوم گزر چکی ہے جس نے اپنے انبیاؑ وصلحاؒ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ تم ایسا نہ کرنا۔"

پھر فرمایا۔

"ان یہود و انصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو۔ جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔"

پھر فرمایا۔

"میری قبر کو میرے بعد ایسی قبر نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش شروع ہو جائے"

پھر فرمایا

"مسلمانو! وہ قوم اللہ کے غضب میں آ جاتی ہے جو قبور انبیاؑ کو مساجد بنا دے"

پھر فرمایا

"دیکھو! میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں' دیکھو! اب پھر یہی وصیت کرتا ہوں" اے اللہ! تو گواہ رہنا' اے اللہ! تو گواہ رہنا' اے اللہ تو گواہ رہنا"

پھر یہ ارشاد فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا کو قبول کرے یا آخرت کو، مگر اس نے آخرت ہی کو قبول کر لیا ہے۔"

یہ سن کر رمز شناس نبوت، حضرت صدیق اکبرؓ آنسو بھر لائے اور رونے لگے اور کہا۔ "یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں اور ہمارے زر و مال آپ پر قربان ہو جائیں۔" لوگوں نے ان کو تعجب سے دیکھا کہ حضور انور ﷺ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ پھر اس میں رونے کی کون سی بات ہے؟ مگر یہ بات انہوں نے ہی سمجھی، جو رو رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی اس بے کلی نے خیال اشرف کو دوسری طرف مبذول کر دیا۔ ارشاد فرمایا:

"میں سب سے زیادہ جس شخص کی دولت اور رفاقت کا مشکور ہوں۔ وہ ابوبکرؓ ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی ایک شخص کو اپنی دوستی کے لیے منتخب کر سکتا تو وہ ابو بکرؓ ہوتے۔ لیکن اب رشتہ اسلام میری دوستی کی بنا ہے اور وہی کافی ہے۔ مسجد کے رخ پر کوئی دریچہ ابو بکرؓ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔"

انصار مدینہ حضور ﷺ کے زمانہ علالت میں برابر رو رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عباسؓ وہاں سے گزرے، تو انہوں نے انصار کو روتے دیکھا، دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا۔ "آج ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں یاد آ رہی ہیں۔" انصار کی اس درد مندی اور بے کلی کی اطلاع شمع مبارک تک پہنچ چکی تھی۔ تو ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں اپنے انصار کے معاملہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں عام مسلمان روز بروز بڑھتے جائیں گے، مگر میرے "انصار کھانے

میں نمک" کی طرح رہ جائیں گے ۔ یہ لوگ میرے جسم کا پیرہن
اور میرے سفر زندگی کا توشہ ہیں ۔ انہوں نے اپنے فرائض ادا کر
دیئے ۔ مگر ان کے حقوق باقی ہیں ۔ جو شخص امت کے نفع اور
نقصان کا متولی ہو' اس کا فرض ہے کہ وہ انصار کے نکو کار کی
قدر افزائی کرے' اور جن انصار سے لغزش ہو جائے ان کے متعلق
درگزر سے کام لے ۔"

حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ حضرت اسامہؓ بن زید شام پر حملہ آور ہوں' اور اپنے شہید والدؓ کا انتقام لیں ۔ اس پر منافقین کہنے لگے ۔ ایک معمولی نوجوان کو اکابر اسلام پر سپہ سالار مقرر کر دیا گیا ہے ۔ اس سلسلے میں پیغمبر مساوات نے ارشاد فرمایا:

"آج اسامہؓ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے اور کل اس کے باپ
زید کی سرداری پر تم کو اعتراض تھا ۔ خدا کی قسم! وہ بھی اس منصب
کے مستحق تھے اور سب سے زیادہ محبوب تھے اور اس کے بعد یہ
بھی سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔"

پھر فرمایا ۔

"حلال و حرام کے تعین کو میری طرف منسوب نہ کرنا ۔ میں نے
وہی چیز حلال کی ہے' جسے قرآن نے حلال کیا ہے ۔ اور اسی کو حرام
قرار دیا ہے' جسے خدا نے حرام کیا ہے۔"

اب آپ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوئے' کہ کہیں رشتہ نبوت کا غرور' انہیں عمل وسعی سے بیگانہ نہ بنا دے ۔ ارشاد فرمایا:

"اے رسول کی بیٹی فاطمہ! اور اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ خدا کے
ہاں کے لیے کچھ کر لو میں تمہیں خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا ۔" یہ خطبہ درد' حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا۔ جس میں حضور ﷺ نے حاضرین مسجد کو خطاب فرمایا' اختتام کلام کے بعد' حجرہ عائشہ صدیقہ ؓ میں تشریف لے آئے۔ شدت مرض کی حالت یہ تھی کہ عالم بے تابی میں کبھی ایک پاؤں پھیلاتے تھے اور کبھی دوسرا سمیٹتے تھے اور کبھی گھبرا کر چہرہ انور پر چادر ڈال لیتے تھے اور کبھی الٹا دیتے تھے۔ ایسی حالت میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے:

یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے۔"

وفات سے چار روز پہلے

وفات سے چار روز پہلے (جمعرات) حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے ارشاد فرمایا۔ اپنے والد ابوبکر صدیق ؓ اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بلا لیجئے۔ اسی سلسلے میں فرمایا۔ " دوات کاغذ لے آؤ۔ میں ایک تحریر لکھوا دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔" یہ شدت مرض میں حضور سرور عالم کا ایک خیال تھا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے یہ رائے ظاہر کی کہ حضور ﷺ کو اس حال میں تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔ اب تکمیل شریعت کا کوئی ایسا نکتہ باقی نہیں رہا۔ جس میں قرآن کافی نہ ہو۔ بعض دوسرے صحابہ نے اس رائے سے مطابقت نہ کی۔ جب شور زیادہ ہوا تو بعض نے کہا۔" خود حضور ﷺ ہی سے دریافت کر لیا جائے۔ ارشاد فرمایا۔

" مجھے چھوڑ دو۔ میں جس مقام میں ہوں' وہ اس سے بہتر ہے' جس کی طرف مجھے بلا رہے ہو۔"

اسی روز تین وصیتیں اور فرمائیں۔

(۱) کوئی مشرک عرب میں نہ رہے۔

(۲) سفیروں اور وفود کی بدستور عزت و مہمانی کی جائے۔

(۳) قرآن پاک کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایا جو راوی کو یاد نہیں رہا۔

سرکار پاک ﷺ علالت کی تکلیف اور بے چینی کے باوجود '۱۱ روز تک برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے۔ جمعرات کے روز مغرب کی نماز بھی خود پڑھائی اور اس میں سورۃ مرسلات تلاوت فرمائی۔ عشاءؔ کے وقت آنکھ کھولی اور دریافت فرمایا "کیا نماز ہو چکی؟" مسلمانوں نے عرض کیا۔ "مسلمان حضور ﷺ کے منتظر بیٹھے ہیں۔" لگن میں پانی بھروا کر کر غسل فرمایا اور پھر ہمت کر کے اٹھے 'مگر غش آ گیا۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی اور فرمایا۔" کیا نماز ہو چکی ہے؟" لوگوں نے عرض کیا۔ " یا رسول اللہ! مسلمان آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" اس مرتبہ پھر اٹھنا چاہا مگر بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر آنکھ کھولی اور وہی سوال دہرایا۔" کیا نماز ہو چکی؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب لوگوں کو حضور ﷺ ہی کا انتظار ہے۔" تیسری مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا۔ اور جب اٹھنا چاہا تو غشی آ گئی افاقہ ہونے پر ارشاد فرمایا۔" ابوبکرؓ نماز پڑھا دیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔" ارشاد فرمایا۔" وہی نماز پڑھائیں۔" حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خیال یہ تھا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد امام مقرر ہو گا۔ لوگ اسے لا محالہ" منحوس خیال کریں گے۔ روایت ہے کہ اس وقت صدیق اکبرؓ تشریف فرما نہیں تھے۔ اس واسطے حضرت عمرؓ کو آگے بڑھایا گیا۔ مگر حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔" نہیں 'نہیں 'ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔

رسول اللہ ﷺ کا منبر 'چند روز پہلے خالی ہو چکا تھا۔ آج رسول اللہ ﷺ کا

مصلّی بھی خالی ہو گیا۔ جب ابوبکر صدیقؓ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے تو عالم یاس نے مسجد نبوی پر اپنے پردے تان دیئے اور مسلمانوں کے دل بے اختیار رو دیئے اور خود صدیق اکبرؓ کے قدم بھی لڑکھڑا گئے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے ساتھ توفیق الٰہی شامل تھی۔ اس واسطے یہ کٹھن گھاٹی بھی گزر گئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حیات پاک نبوی میں اسی طرح سترہ نمازیں پڑھائیں۔

وفات سے دو روز پہلے

حضرت صدیق اکبرؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضور ﷺ کی طبیعت نے مسجد کی طرف رجوع کیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر سہارا لیتے ہوئے جماعت میں تشریف لے آئے۔ نمازی نہایت بے قراری کے ساتھ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور صدیق اکبرؓ بھی مصلّے سے پیچھے ہٹے۔ مگر حضور ﷺ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا۔ پیچھے مت ہٹو۔ پھر صدیق اکبرؓ کے برابر بیٹھ گئے اور نماز ادا کرنے لگے۔ حضور ﷺ کی اقتدا صدیق اکبرؓ کرتے تھے اور صدیق اکبرؓ کی اقتدا مسلمان کرتے تھے۔ یہ پاک نماز اسی طرح مکمل ہو گئی۔ تو حضور پاک ﷺ حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں تشریف لے گئے۔

وفات سے ایک روز پہلے

مخدوم ﷺ انسانیت، جو قید دنیا سے آزاد ہو رہے تھے صبح بیدار ہوئے، تو پہلا کام یہ کیا کہ سب غلاموں کو آزاد فرمایا۔ یہ تعداد میں چالیس تھے۔ پھر اثاث البیت کی طرف توجہ فرمائی اس وقت کاشانہ نبوی کی ساری دولت صرف سات دینار تھے۔ حضرت

عائشہؓ سے فرمایا۔

"انہیں غریبوں میں تقسیم کر دو۔ مجھے شرم آتی ہے کہ رسول ﷺ اپنے اللہ سے ملے اور اس کے گھر میں دولت دنیا پڑی ہو۔"

اس ارشاد پر گھر کا گھر صاف کر دیا گیا۔ آخری رات کاشانہ نبوی میں چراغ جلانے کے لیے تیل تک موجود نہیں تھا۔ یہ ایک پڑوسی عورت سے ادھار لیا گیا۔ گھر میں کچھ ہتھیار باقی تھے۔ انہیں مسلمانوں کو ہبہ کر دیا گیا۔ زرہ نبوی ۳۰ صاع جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ چونکہ ضعف لحہ بہ لحہ ترقی پذیر تھا۔ اس واسطے درد مندوں نے دوا پیش کی مگر انکار فرمایا۔ اسی وقت غشی کا دورہ آ گیا۔ اور تیمارداروں نے منہ کھول کر دوا پلا دی۔ افاقہ کے بعد جب اس کا احساس ہوا تو فرمایا۔ اب یہی دوا، ان پلانے والوں کو بھی پلائی جائے۔ یہ اس لیے کہ جس وجود باجود ﷺ کی صحت کے لیے ایک دل گرفتہ دنیا دعائیں کر رہی تھی وہ ﷺ اپنے اللہ کی دعوت کو اس طرح قبول کر چکا تھا کہ اب اس میں نہ دعا کی گنجائش باقی تھی اور نہ دوا کی۔

یوم وفات:

۹ ربیع الاول (دوشنبہ) کو مزاج اقدس میں قدرے سکون تھا نماز صبح ادا کی جا رہی تھی کہ حضور ﷺ نے مسجد اور حجرہ کا درمیانی پردہ سرکا دیا۔ اب چشم اقدس کے رو برو، نمازیوں کی صفیں مصروف رکوع و سجود تھیں۔ سرکار دو عالم نے اس پاک نظارے کو جو حضور ﷺ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا۔ بڑے اشتیاق سے ملاحظہ فرمایا۔ اور جوش مسرت سے ہنس پڑے۔ لوگوں کا خیال ہوا کہ مسجد میں تشریف لا رہے ہیں نمازی بے اختیار سے ہو گئے۔ نمازیں ٹوٹنے لگیں۔ اور حضرت صدیقؓ نے جو امامت کرا رہے تھے،

پیچھے ہٹنا چاہا، مگر حضور ﷺ نے اشارہ مبارک سے سب کو تسکین دی، اور چہرہ انور کی ایک جھلک دکھا کر پھر حجرے کا پردہ ڈال دیا۔ اجتماع اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جلوہ زیارت آخری تھا اور شاید یہ انتظام بھی خود قدرت کی طرف سے ہوا کہ رفیقان صلوۃ جمال جہاں آرا کی آخری جھلک دیکھتے جائیں۔

۹ ربیع الاول کو حالت صبح ہی سے نہایت عجیب تھی۔ ایک سورج بلند ہو رہا تھا اور دوسرا سورج غروب ہو رہا تھا۔ کاشانہ نبوی میں پے درپے غشی کے بادل آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس پر چھا گئے ایک بیہوشی گزر جاتی تھی، تو دوسری پھر وارد ہو جاتی۔ انہی تکلیفوں میں پیاری بیٹی کو یاد فرمایا۔ وہ مزاج اقدس کا یہ حال دیکھ کر سنبھل نہ سکیں۔ سینہ مبارک سے لپٹ گئیں اور رونے لگیں، بیٹی کو اس طرح نڈھال دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

> "میری بیٹی! رو نہیں، میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کہنا۔ اسی میں ہر شخص کے لیے سامان تسکین موجود ہے۔ حضرت فاطمہ ؓ نے پوچھا۔ کیا آپ ﷺ کے لیے بھی؟ فرمایا! ہاں، اس میں میری بھی تسکین مضمر ہے۔

جس قدر رسول اللہ ﷺ کا درد و کرب بڑھ رہا تھا۔ حضرت فاطمہ ؓ کا کلیجہ بھی کٹتا جا رہا تھا۔ حضرت رحمتہ اللعالمین نے ان کی اذیت کو محسوس کر کے کچھ کہنا چاہا تو پیاری بیٹی نے سرور کائنات کے لبوں سے اپنے کان لگا دیئے۔ آپ نے فرمایا۔ "بیٹی میں آج دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔" فاطمہ ؓ بے اختیار رو دیں۔ پھر فرمایا۔ "فاطمہ ؓ! میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھے ملو گی۔" فاطمہ ؓ بے اختیار ہنس دیں کہ یہ جدائی قلیل ہے۔

پیغمبر ﷺ انسانیت کی حالت نازک ترین ہوتی جا رہی تھی۔ یہ حال دیکھ کر فاطمہ ؓ

نے کہنا شروع کر دیا۔ واکرب لباہ ! ہائے میرے باپ کی تکلیف ' ہائے میرے باپ کی تکلیف ' فرمایا "فاطمہ" ! آج کے بعد تمہارا باپ کبھی بے چین نہیں ہو گا۔" حسنؓ اور حسینؓ بہت غمگین ہو رہے تھے۔ انہیں پاس بلایا۔ دونوں کو چوما۔ پھر ان کے احترام کی وصیت فرمائی پھر ازواج مطہرات کو طلب فرمایا اور انہیں نصیحتیں فرمائیں' اسی دوران میں ارشاد فرماتے تھے۔

مع الذین انعم اللہ علیھم

ان لوگوں کے ساتھ' جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔

کبھی ارشاد فرماتے :۔

اللھم الحقنی بالرفیق الاعلیٰ

اے خداوند ! بہترین رفیق ۔

پھر حضرت علیؓ کو فرمایا۔ آپ نے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا انہیں بھی نصیحت فرمائی۔ پھر ایک دم اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا :

الصلوٰۃ والصلوٰۃ وماملکت ایمانکم

نماز ' نماز ' لونڈی ' غلام اور پس ماندگان ۔

اب نزع کا وقت آ پہنچا تھا ' حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پانی کا پیالہ پاس رکھا تھا۔ اس میں ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرہ انور پر پھیر لیتے تھے ' روئے اقدس کبھی سرخ ہو جاتا تھا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک آہستہ آہستہ ہل رہی تھی۔ لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات ۔ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت تکلیف کے ساتھ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ ایک تازہ مسواک کے ساتھ آئے ' تو حضور پاک ﷺ نے مسواک پر نظر جما دی۔ حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ مسواک فرمائیں گے۔ ام المومنین نے دانتوں سے نرم کر کے

مسواک پیش کی۔ اور آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی۔ دہان مبارک پہلے ہی طہارت کا سراپا تھا۔ اب مسواک کے بعد اور بھی مجلا ہو گیا تو یک لخت ہاتھ اونچا کیا کہ گویا کہیں تشریف لے جا رہے ہیں اور پھر زبان اقدس سے نکلا۔

بل الرفیق الاعلٰی : اب اور کوئی نہیں، صرف اسی کو رفاقت منظور ہے، بل الرفیق الاعلٰی۔ بل الرفیق الاعلٰی۔ تیسری آواز پر ہاتھ لٹک آئے۔ پتلی اوپر کو اٹھ گئی اور روح شریف عالم قدس کو ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی۔

اللھم صلی علٰی محمد و علٰی ال محمد و بارک وسلم۔

یہ ربیع الاول ۱۱ھ دو شنبہ کا دن اور چاشت کا وقت تھا۔ عمر مبارک، قمری حساب سے ۶۳ سال اور چار دن ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

صحابہ کرام میں اضطراب عظیم

خبر وفات کے بعد مسلمانوں کے جگر کٹ گئے، قدم لڑکھڑا گئے۔ چہرے بجھ گئے۔ انکھیں خون بہانے لگیں۔ ارض و سما سے خوف آنے لگا۔ سورج تاریک ہو گیا۔ آنسو بہہ رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ کئی صحابہ حیران و سرگردان ہو کر آبادیوں سے نکل گئے۔ کوئی جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ جو بیٹھا تھا، بیٹھا رہ گیا، جو کھڑا تھا اس کو بیٹھ جانے کا یارانہ ہوا۔ مسجد نبوی قیامت سے پہلے قیامت کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور چپ چاپ حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں داخل ہو گئے یہاں حضرت رحمتہ اللعالمین ﷺ کی میت پاک رکھی تھی۔ حضرت صدیقؓ نے چہرہ اقدس سے کپڑا اٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر چادر ڈھک دی اور رو کر کہا۔

"حضور ﷺ پر میرے ماں باپ قربان! آپ کی زندگی بھی پاک تھی

اور موت بھی پاک ہے۔ واللہ! آپ ﷺ پر دو موتیں وارد نہیں
ہوں گی۔ اللہ نے جو موت لکھ رکھی تھی' آج آپ نے اس کا ذائقہ
چکھ لیا۔ اور اب اس کے بعد موت' ابد تک آپ کا دامن نہ چھو
سکے گی۔"

جب صدیق اکبرؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے' حضرت عمر فاروقؓ غایت بے بسی سے نڈھال کھڑے تھے اور بڑے درد و جوش سے یہ اعلان کر رہے تھے۔

منافقین کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں
۔ واللہ! آپ نے وفات نہیں پائی۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
حضرت موسیٰ کی طرح طلب کیے گئے ہیں۔ جو چالیس روز غائب رہ
کر واپس آ گئے تھے' اس وقت حضرت موسیٰ کی نسبت بھی یہی کہا
جاتا تھا کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ خدا کی قسم حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم بھی انہیں کی طرح دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔ اور
ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو آپ پر وفات کا الزام
لگاتے ہیں۔"

حضرت صدیق اکبرؓ نے عمر فاروقؓ کا کلام سنا تو فرمایا: "عمر! سنبھلو! اور خاموش ہو جاؤ ۔" لیکن عمر فاروقؓ اپنی وارفتگی میں بہے چلے گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نہایت دانشمندی کے ساتھ ان سے الگ ہٹ گئے اور خود گفتگو شروع کر دی اور حاضرین مسجد بھی حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ آپ نے پہلے حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا۔

اے لوگو! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کو پوجتا تھا۔ وہ سمجھ لے کہ
محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو شخص خدا کا پرستار ہے' وہ جان
لے کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے اور وہ کبھی مرے گا نہیں اور یہ حقیقت

خود قرآن پاک نے واضح کر دی ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ شیأ" وسیجزی اللہ الشاکرین

"نہیں ہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول' ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم دین سے برگشتہ ہو جاؤ گے؟ جو شخص برگشتہ ہو جائے گا۔ وہ اللہ تعالٰی کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

اس آیت پاک کو سن کر تمام مسلمان چونک پڑے حضرت عبداللہ؄ فرماتے ہیں کہ

"خدا کی قسم! ہم لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ آیت اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی۔"

حضرت عمر؄ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر؄ سے یہ آیت سن کر پاؤں ٹوٹ گئے اور کھڑے رہنے کی قوت باقی نہیں رہی' میں زمین پر گر پڑا اور مجھ کو یقین ہو گیا۔ کہ واقعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں۔"

حضرت فاطمہ؄ غم سے نڈھال تھیں اور فرما رہی تھیں۔

"پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول کیا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا۔ آہ! وہ کون ہے' جو جبریل امین کو اس حادثہ غم کی اطلاع کر دے"

"الٰہی! فاطمہ؄ کی روح کو محمد مصطفےٰ ﷺ کی روح کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی مجھے دیدار رسول ﷺ کی مسرت عطا فرما دے"

"الٰہی! مجھے اس معیت کے ثواب سے بہرہ ور کر دے۔ الٰہی! مجھے رسول امین ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ رکھنا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ؄ کے دل و جان پر غم کی گھٹائیں چھا گئی تھیں۔ اور زبان اخلاق نبوی کی ترجمانی کر رہی تھی۔

"حیف' وہ نبی جس نے تمول پر فقیری کو چن لیا۔ جس نے تو انگری کو ٹھکرا دیا اور مسکینی قبول کر لی۔"

"آہ! وہ دین پرور رسول ﷺ' جو امت عاصی کے غم میں ایک پوری رات بھی آرام سے نہ سویا۔"

"آہ! وہ صاحب خلق عظیم' جو ہمیشہ آٹھوں پہر نفس سے جنگ آزما رہا۔"

"آہ! وہ اللہ کا پیغمبر جس نے ممنوعات کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔"

"آہ! وہ رحمتہ اللعالمین ﷺ 'جس کا باب فیض' فقیروں اور حاجتمندوں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ جس کا رحیم دل اور پاک ضمیر کبھی دشمنوں کی ایذا رسانی سے غبار آلود نہ ہوا"

"جس کے موتی جیسے دانت توڑے گئے اور اس نے پھر بھی صبر کیا۔"

"جس کی پیشانی انور کو زخمی کیا گیا۔ اور اس نے پھر بھی دامن عفو ہاتھ سے نہ دیا"

"آہ! کہ آج اسی وجود سرمدی سے ہماری دنیا خالی ہے۔"

تجہیز و تکفین

سہ شنبہ سے تجہیز و تکفین کا کام شروع ہوا۔ فضل بن عباس ؓ اور اسامہ بن زید ؓ پردہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ انصار نے دروازہ پر پہنچ کر آواز دی کہ ہم رسول ﷺ کی آخری خدمت گزاری میں اپنا حصہ طلب کرنے آئے ہیں۔ حضرت علی ؓ نے اوس بن خولی انصاری ؓ کو اندر بلایا۔ وہ پانی کا گھڑا بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علی ؓ نے جسم مبارک سینہ سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباس ؓ اور ان کے صاحبزادے جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے۔ اور حضرت اسامہ بن زید ؓ اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔ حضرت علی ؓ غسل دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

"میرے مادر و پدر قربان! آپ کی وفات سے وہ دولت گم ہوئی ہے
جو کسی دوسری موت سے گم نہیں ہوئی۔"
"آج نبوت' اخبار غیب اور نزول وحی کا سلسلہ کٹ گیا ہے۔"
"آپ کی وفات تمام انسانوں کے لیے یکساں مصیبت ہے۔"
"اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے اور گریہ و زاری سے منع نہ فرماتے تو ہم
دل کھول کر آنسو بہاتے' لیکن پھر بھی یہ دکھ لا علاج ہوتا اور یہ زخم
لازوال رہتا۔"
"ہمارا درد' بے درماں ہے' ہماری مصیبت بے دوا ہے۔"
"اے حضور ﷺ! میرے والدین آپ ؐ پر قربان' جب آپ
بارگاہ الٰہی میں پہنچیں تو ہمارا ذکر فرمائیں' اور ہم لوگوں کو فراموش
نہ کر دیں۔"

تین سوتی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ چونکہ وصیت پاک یہ تھی کہ آپ کی قبر ایسی جگہ نہ بنائی جائے کہ اہل عقیدت اسے سجدہ گاہ بنا لیں۔ اس لیے حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کے مطابق حجرہ عائشہؓ میں قبر کھو دی گئی۔ جہاں آپ نے انتقال فرمایا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے لحدی قبر کھودی' چونکہ زمین میں نمی تھی۔ اس واسطے وہ بستر جس میں وفات پائی تھی' قبر میں بچھا دیا گیا۔ جب تیاری مکمل ہو گئی تو اہل ایمان نماز کے لیے ٹوٹ پڑے۔ چونکہ جنازہ حجرہ کے اندر تھا۔ اس واسطے باری باری جماعتیں اندر جاتی تھیں اور نماز جنازہ ادا کرتی تھیں؛ اس نماز میں امام کوئی نہیں تھا۔ پہلے کنبہ والوں نے نماز جنازہ پڑھا۔ پھر مہاجرین نے' پھر انصار نے' مردوں نے الگ جنازہ پڑھا' عورتوں نے الگ' اور بچوں نے الگ۔ یہ سلسلہ رات اور دن برابر جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک چہار شنبہ کی شب کو' یعنی رحلت پاک سے ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ جسم مبارک کو حضرت علیؓ۔

فضل بن عباس ؓ ۔ اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے قبر میں اتارا اور آخر اس علم کے چاند، دین کے سورج اور ارتقاء کے گلزار کو اہل دنیا کی نگاہ سے اوجھل کر دیا گیا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔

متروکات

صاحب سیرۃ النبی نے کتنا اچھا لکھا ہے۔ حضور پاک ﷺ اپنی زندگی ہی میں اپنے پاس کیا رکھتے تھے جو مرنے کے بعد چھوڑ جاتے، پہلے ہی اعلان فرما چکے تھے۔

لا نورث ما ترکنا صدقہ

ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑیں۔ وہ صدقہ ہے۔

عمرو بن حویرث ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مرتے وقت کچھ نہ چھوڑا، نہ درہم، نہ دینار، نہ غلام، نہ لونڈی اور نہ کچھ اور، صرف اپنا سفید خچر ہتھیار اور کچھ زمین تھی جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے۔

آثار متبرکہ کہ چند یادگاریں صحابہ کے پاس باقی رہیں ۔ حضرت ابو طلحہ ؓ کے پاس موئے مبارک تھے ۔ حضرت انس بن مالک ؓ کے پاس موئے مبارک کے علاوہ نعلین مبارک اور ایک لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ تھا ۔ ذوالفقار حضرت علی ؓ کے پاس تھی ۔ حضرت عائشہ ؓ کے پاس وہ کپڑے تھے ۔ جن میں انتقال فرمایا ۔ مہر منور اور عصائے مبارک حضرت صدیق اکبر ؓ کو تفویض ہوئے ۔ ان کے علاوہ سب سے بڑی نعمت اور دولت جو عرش عظیم سے بھی زیادہ بیش قیمت تھی، وہ آپ ﷺ پوری انسانیت کو عطا فرما گئے ۔ یہ نعمت عظیم اللہ کی کتاب قرآن ہے۔

وقد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب اللّٰہ

اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔

وفات صدیقؓ

زندگی پر حسرت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صرف دو برس ۳ مہینے اور گیارہ دن زندہ رہے ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فراق کا صدمہ آپ سے برداشت نہیں ہوا ۔ ہر روز نحیف اور لاغر ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ سفر آخرت اختیار کر لیا ۔ آپ نے وفات نبوی کے بعد سب کو تسکین کا پیغام سنایا ۔ مگر آپ کے دل کی بے قراری کم نہ ہوئی ۔ ایک روز درخت کے سایہ میں ایک چڑیا کو اچھلتے اور پھدکتے دیکھا ۔ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اس سے فرمایا ۔ اے چڑیا ! تو کس قدر خوش نصیب ہے ' درختوں کے پھل کھاتی ہے اور ٹھنڈی چھاؤں میں خوش رہتی ہے ۔ پھر موسم کے بعد تو وہاں جائے گی جہاں تجھ سے کچھ باز پرس نہ ہوگی ۔ اے کاش ! ابو بکرؓ بھی اس قدر خوش نصیب ہوتا ۔" کبھی فرماتے ۔ اے کاش ! میں درخت ہوتا ۔ کھا لیا جاتا یا کاٹ دیا جاتا ۔" کبھی فرماتے " اے کاش ! میں سبزہ ہوتا اور چار پائے مجھے چر لیتے ۔" ان ارشادات درد سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رحلت نبوی ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ کے درد و گداز کی کیفیتیں کہاں تک پہنچ چکی تھیں ۔

آغاز علالت :

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ہدیہ میں گوشت آیا تھا۔ آپ حارث بن کلدہؓ کے ساتھ اس کو تناول فرما رہے تھے کہ حارثؓ نے کہا۔" امیرالمومنین ! آپ نہ کھائیں۔ مجھے اس میں زہر کی آمیزش کا اشتباہ ہو رہا ہے۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مگر اسی روز سے دونوں صاحب مضمحل رہنے لگے '۷ جمادی الاخری (دو شنبہ) ۱۳ھ کو آپ نے غسل فرمایا تھا۔ اسی روز سردی سے بخار ہو گیا اور پھر نہیں سنبھلے۔ جب تک جسم پاک میں آخری توانائی رہی ' مسجد میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے ۔ لیکن جب مرض نے غلبہ پا لیا تو حضرت عمرؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا " آئندہ آپ نماز پڑھائیں"

بعض صحابہ نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم کسی طبیب کو بلا کر آپ کو دکھائیں۔ فرمایا طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ وہ پوچھنے لگے 'اس نے کیا کہا ہے ؟ آپ نے ارشاد فرمایا انی فعال لما یرید وہ کہتا ہے ' میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ کا انتخاب :

جب طبیعت زیادہ کمزور ہو گئی تو آپ کو رسول اللہ ﷺ کے جانشین کا فکر پیدا ہوا ۔ آپ چاہتے تھے کہ مسلمان کسی طرح فتنہ اختلاف سے مامون رہ جائیں۔ اس لیے رائے مبارک یہ ہوئی کہ اہل الرائے صحابہ کے مشورہ سے خود ہی نامزدگی کر دیں۔ پہلے آپ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور پوچھا۔ عمرؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟ انہوں نے عرض کیا ' آپ ان کی نسبت جتنی بھی اچھی رائے قائم کر لیں۔ میرے نزدیک وہ اس سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔ الا ان میں کسی قدر تشدد ضرور ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ

جواب میں فرمایا۔ ان کی سختی اس لیے تھی کہ میں نرم تھا' جب ان پر ذمہ داری پڑ جائے گی تو وہ از خود نرم ہو جائیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رخصت ہو گئے تو حضرت عثمان کو طلب فرمایا اور رائے دریافت کی۔ حضرت عثمان نے عرض کیا۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں فرمایا' پھر بھی آپ کی رائے کیا ہے؟ عرض کیا میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ عمر کا باطن ظاہر سے' اچھا ہے اور ان کی مثل ہم لوگوں میں اور کوئی نہیں۔

حضرت سعید بن زید اور اسید بن حضیر سے بھی استفسار فرمایا۔ حضرت اسید نے کہا۔ عمر کا باطن پاک ہے۔ وہ نیکو کاروں کے دوست اور بدوں کے دشمن ہیں۔ مجھے ان سے زیادہ قوی اور مستعد شخص نظر نہیں آتا۔ حضرت صدیق اکبر نے اسی طرح یہ سلسلہ جاری رکھا اور مدینہ بھر میں یہ خبر عام ہو گئی کہ آپ حضرت عمر کو اپنا جانشین مقرر فرما رہے ہیں۔ اس پر حضرت طلحہ آپ کے پاس آئے اور کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کی موجودگی میں عمر کا ہم لوگوں سے کیا برتاؤ تھا؟ جب وہ خلیفہ ہو گئے' تو معلوم نہیں کیا کریں؟ آپ بارگاہ الٰہی میں چلے جا رہے ہیں' غور کر لیجئے' آپ اللہ کو اس کا کیا جواب دیں گے؟ فرمایا: میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو مقرر کیا ہے جو سب سے اچھا تھا۔" پھر فرمایا۔" جو کچھ میں اب کہہ رہا ہوں' عمر اس سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔"

وصیت نامہ:

تکمیل مشورت کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو طلب کیا اور فرمایا۔ عہد نامہ خلافت لکھیے۔ ابھی چند سطریں لکھی گئی تھیں کہ آپ کو غش آ گیا۔ حضرت عثمان نے یہ دیکھ کر یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے کہ" میں عمر کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔" تھوڑی دیر

کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ جو کچھ لکھا ہے مجھے پڑھ کر سناؤ۔ حضرت عثمانؓ نے ساری عبارت پڑھ دی تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا۔ "خدا تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔" (الفاروق)۔ وصیت نامہ تیار ہو گیا تو حضرت عثمانؓ اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد نبوی ﷺ میں بھیج دیا تا کہ مسلمانوں کو سنا دیں۔ اور خود بھی بالا خانے پر تشریف لے گئے۔ شدت ضعف کے باعث اپنے قدموں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اس واسطے ان کی بی بی حضرت اسماءؓ دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے تھیں۔ نیچے آدمی جمع تھے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

> "کیا تم اس شخص کو قبول کرو گے جسے میں تم پر خلیفہ مقرر کروں؟ خدا کی قسم! میں نے غور و فکر میں ذرا برابر کمی نہیں کی۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے کسی قریب و عزیز کو بھی تجویز نہیں کیا' میں عمر بن خطابؓ کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔ جو کچھ میں نے کیا ہے' اسے تسلیم کر لو۔"

وصیت نامہ کے الفاظ یہ تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ ابو بکر بن ابو قحافہ کا وصیت نامہ ہے' جو اس نے آخر وقت دنیا میں' جب کہ وہ اس جہان سے کوچ کر رہا ہے۔ اور شروع وقت آخرت میں' جب کہ وہ عالم بالا میں داخل ہو رہا ہے قلمبند کرایا ہے۔ یہ ایسے وقت کی نصیحت ہے جس وقت کافر ایمان لے آتے ہیں اور جھوٹے حق کے رو برو گردن جھکا دیتے ہیں۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطابؓ کو تم پر امیر مقرر کیا ہے۔لہٰذا تم ان کا حکم سننا اور اطاعت کرنا۔ میں نے اس معاملے میں خدا کی' رسول ﷺ کی' اسلام کی'

خود اپنی اور آپ لوگوں کی خدمت کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ اور کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اب اگر عمرؓ عدل کریں گے تو ان کے متعلق میرا علم اور حسن ظن یہی ہے۔ اگر وہ بدل جائیں تو ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہے' میں نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ نیک نیتی سے کیا ہے اور غیب کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہے جو لوگ ظلم کریں گے وہ اپنا انجام جلد دیکھ لیں گے۔ والسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

آخری وصایا اور دعا

اس کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کو خلوت میں بلایا اور مناسب وصیتیں کیں۔ پھر ان کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور کہا۔

"خداوند! میں نے یہ انتخاب اس لیے کیا ہے تاکہ مسلمانوں کی بھلائی ہو جائے۔ مجھے یہ خوف تھا کہ وہ کہیں فتنہ نفاق و فساد میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ اے مالک! جو کچھ میں نے کہا ہے تو اسے بہتر جانتا ہے۔ میرے غور و فکر نے یہی رائے قائم کی تھی اور اس لیے میں نے ایک ایسے شخص کو والی مقرر کیا ہے جو میرے نزدیک سب سے زیادہ مستقل مزاج ہے اور سب سے زیادہ مسلمانوں کی بھلائی کا آرزو مند ہے۔ اے اللہ! میں تیرے حکم سے اس دنیائے فانی کو چھوڑتا ہوں' اب تیرے بندے تیرے حوالے' وہ سب تیرے بندے ہیں' ان کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ یا اللہ مسلمانوں کو صالح حاکم عنایت فرما۔ عمرؓ کو خلفاءؐ کی صف میں جگہ عطا کر اور اس کی رعیت کو صلاحیت سے بہرہ مند فرما۔"

حضرت صدیق اکبرؓ کی ولایت و قبولیت کا اعجاز تھا کہ اس قدر اہم ' کٹھن اور پیچیدہ معاملہ اس قدر سہولت اور خوش اسلوبی سے طے ہو گیا ۔ پہلے اور پچھلے مسلمانوں کا یہ فتویٰ ہے کہ خلافت پر عمر فاروقؓ کا تقرر ' حضرت صدیق اکبرؓ کا اسلام اور امت پر اس قدر بڑا احسان ہے کہ قیامت تک اس کی مثال نہیں مل سکتی ۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے چند سالوں میں جو کچھ کیا ۔ اس کی صحیح حیثیت یہ ہے کہ اسلام کی طاقت فرش زمین پر بکھری پڑی تھی ۔ آپ نے اسے جمع کیا اور پھر عرش عظیم تک پہنچا دیا ۔

حسابات دنیا کی بیباقی

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے غابہ کی ۲۰ وسق کھجوریں مجھے ہبہ کر دی تھیں ۔ جب مرض کا غلبہ ہونے لگا ۔ تو ارشاد فرمایا ۔ "بیٹی ! میں تمہیں ہر حال میں خوش دیکھنا چاہتا ہوں ۔ تمہارے افلاس سے مجھے دکھ ہوتا ہے اور تمہاری خوشحالی سے مجھے راحت ملتی ہے ' غابہ کی جو کھجوریں میں نے ہبہ کی تھیں اگر تم نے ان پر قبضہ کر لیا ہو تو خیر ' ورنہ میری موت کے بعد وہ کھجوریں میرا ترکہ ہوں گی ' تمہارے دوسرے دو بہن بھائی ہیں ۔ ان کھجوروں کو از روئے قرآن ان سب میں تقسیم کر دینا ۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا ۔ اے بزرگ باپ ! حکم والا کی تعمیل کروں گی ' اگر اس سے بہت زیادہ مال بھی ہوتا تو میں آپ کے ارشاد پر اسے چھوڑ دیتی ۔ وفات سے کچھ پہلے ارشاد فرمایا ۔ بیت المال کے وظیفہ کا حساب کیا جائے جو میں نے آج تک وصول کیا ہے ۔ حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کل چھ ہزار درہم یا پندرہ سو روپیہ دیا گیا ہے ۔ ارشاد فرمایا ۔ میری زمین فروخت کر کے یہ تمام رقم ادا کر دی جائے ۔ اسی وقت زمین فروخت کی گئی اور رسول امین کے یار غار کے ایک ایک بال کو بیت المال کے بار سے سبکدوش کر دیا گیا ۔

جب یہ ادائیگی ہو چکی تو ارشاد فرمایا۔ تحقیقات کی جائے کہ خلافت قبول کرنے کے بعد میرے مال میں کیا کچھ اضافہ ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ پہلا اضافہ ایک حبشی غلام کا ہے جو بچوں کا کھلاتا ہے۔ اور مسلمانوں کی تلواروں کو صیقل بھی کرتا ہے۔ دوسرا اضافہ ایک اونٹنی ہے۔ جس پر پانی لایا جاتا ہے۔ تیسرا اضافہ ایک سوا روپے کی چادر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہنچا دی جائیں۔

رحلت مبارک کے بعد جب یہ سامان خلیفہ حضرت فاروق ؓ کے سامنے آیا تو آپ رو پڑے اور کہا۔ اے ابوبکر ؓ! تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے ہو۔

آخری سانس میں ادائے فرض

حضرت صدیق اکبر ؓ کی حیات پاک کا آخری دن تھا کہ حضرت مثنیٰ نائب سپہ سالار عراق آ پہنچے۔ اس وقت حضرت امیرالمومنین جان کنی کے آخری مراحل سے گزر رہے تھے۔ مثنیٰ کی آمد معلوم ہوئی تو کسی خطرے کا احساس کر کے انہیں اسی وقت بلا بھیجا۔ انہوں نے محاذ جنگ کے تمام حالات تفصیل سے بیان کئے اور کہا کہ کسریٰ نے اپنی تازہ دم فوجیں محاذ عراق میں بھیج دی ہیں۔ حالات سن کر اسی حال میں عمر فاروق ؓ کو طلب کر کے ارشاد فرمایا۔ عمر ؓ! جو کچھ میں کہتا ہوں اسے سنو اور اس پر عمل کرو۔ مجھے امید ہے کہ آج میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ اگر دن میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے اور اگر رات میں نکلے تو صبح سے پہلے مثنیٰ کے لیے کمک بھیج دینا۔ پھر فرمایا۔ عمر ؓ! کسی بھی مصیبت کی وجہ سے دین اسلام کی خدمت اور حکم ربانی کی تکمیل کو کل پر ملتوی نہ کرنا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بڑھ کر ہمارے لیے اور کون سی مصیبت ہو سکتی تھی۔ مگر تم نے دیکھا کہ اس روز بھی جو کچھ مجھے کرنا تھا۔ میں نے کر دیا۔ خدا کی قسم! اگر میں اس روز

حکم خداوندی کی تکمیل سے غافل ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ ہم پر تباہی کی سزا مسلط کر دیتا ۔ اور مدینہ کے گوشے گوشے میں فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شام میں کامیابی عطا فرمائے تو پھر خالد کی فوجوں کو عراق کے محاذ پر بھیج دینا ۔ اس لیے کہ وہ آزمودہ کار بھی ہیں اور عراق کے حالات سے باخبر بھی ہیں ۔

عائشہ صدیقہ ؓ کی درد مندیاں

انتقال کے روز دریافت فرمایا ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت فرمائی تھی ؟ لوگوں نے کہا دو شنبہ (پیر) کے روز ۔ ارشاد فرمایا ۔ تو میری آرزو بھی یہی ہے کہ میں آج رخصت ہو جاؤں ۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دے تو میری قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقد مبارک کے پاس بنائی جائے ۔ اب وفات کا وقت قریب آرہا تھا ۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے دریافت فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا ؟ عرض کیا ' تین کپڑوں کا ۔ ارشاد فرمایا : میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں ۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں ' دھو لی جائیں اور ایک کپڑا بنا لیا جائے ۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے درد مندانہ کہا "ابا جان! ہم اس قدر غریب نہیں ہیں کہ نیا کفن بھی نہ خرید سکیں ۔"

ارشاد فرمایا : "بیٹی ! نئے کپڑوں کی مردوں کی نسبت زندوں کو زیادہ ضرورت ہے ۔ میرے لیے یہی پھٹا پرانا ٹھیک ۔"

موت کی ساعتیں لحہ بہ لحہ قریب آرہی تھیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اس ڈوبتے ہوئے چاند کے سرہانے بیٹھی تھیں اور آنسو بہا رہی تھیں ۔ غم آلود اور حسرت انگیز خیالات آنسوؤں کے ساتھ دماغ کی پہنائی سے اتر رہے تھے اور زبان سے بہہ رہے تھے ۔ حضرت

عائشہؓ نے یہ شعر پڑھا ۔ ترجمہ

بہت سی نورانی صورتیں ہیں جن سے بادل بھی پانی مانگتے تھے ۔ وہ
یتیموں کے فریاد رس تھے اور بیواؤں کے پشت پناہ ۔

یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا ۔ " میری بیٹی ! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تھی ۔ "

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دوسرا شعر پڑھا ۔ ترجمہ

" قسم ہے تیری عمر کی جب موت کی ہچکی لگ جاتی ہے تو پھر کوئی زر و
مال کام نہیں دیتا ۔ "

ارشاد فرمایا ۔ " یہ نہیں ۔ اس طرح کہو ۔ جاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ماکنت منه تحید (موت کی بے ہوشی کا صحیح وقت آگیا ۔ یہ وہ ساعت ہے جس سے تم بھاگتے تھے ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نزع کے وقت میں اپنے باپ کے سرہانے گئی تو یہ شعر پڑھا ۔ ترجمہ :

" جس کے آنسو ہمیشہ رکے رہیں ۔ ایک دن وہ بھی بہہ جائیں گے ۔
ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے اور ہر پہننے والے کو ایک کپڑا دیا جاتا
ہے ۔ "

فرمایا ۔ " بیٹی ! اس طرح نہیں حق بات اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے ۔ جاءت سکرته الموت بالحق ذالک ماکنت منه تحید ۔ (موت کی بیہوشی کا وقت آگیا یہ وہی وقت ہے جس سے تم بھاگتے تھے)

انتقال پاک

پاک زندگی کا خاتمہ اس کلام پر ہوا ۔ رب توفنی مسلما و الحقنی با الصالحین ۔ اے اللہ ! مجھے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر ۔ جب روح اقدس نے پرواز کی تو ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ تاریخ تھی ۔ دوشنبہ کا دن ' عشا اور مغرب کا درمیانی وقت ' عمر شریف ۶۳ سال تھی ۔ ایام خلافت ۲ برس ۳ مہینے اور ۱۱ دن ۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے غسل دیا ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ جسم پر پانی بہاتے تھے ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد کے ساتھ قبر شریف اس طرح کھودی گئی کہ آپ کا سر مبارک حضرت رحمتہ للعالمین کے دوش پاک کے ساتھ رہے اور قبروں کے تعویز برابر آ جائیں ۔ حضرت عمر حضرت طلحہؓ ' حضرت عثمانؓ ' اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے میت پاک کو آغوش لحد میں اتارا اور ایک ایسی برگزیدہ شخصیت کو جو رسول دو جہاں کے بعد امت مسلمہ کی سب سے زیادہ مقبول ' بزرگوار اور صالح شخصیت تھی ' ہمیشہ کے لیے چشم جہاں سے اوجھل کر دیا گیا ۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

شہادت فاروق ؓ

بار خلافت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پاک کے بعد دین توحید اور امت مسلمہ کی پاسبانی کا کام ایک پہاڑ تھا ۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ بوجھل ۔ یہ نا قابل برداشت بوجھ اسلام کے دو مخلص ترین فرزندوں نے متحد ہو کر اپنے کندھوں پر اٹھا لیا ۔ ان میں پہلی شخصیت حضرت صدیق اکبر ؓ کی تھی اور دوسری حضرت عمر فاروق ؓ کی ۔ حضرت صدیق ؓ کی کیفیت یہ تھی کہ انہیں ایک طرف فراق رسول کا غم کھائے جاتا تھا اور دوسری طرف اسلام اور امت کے افکار' ان کے دل و دماغ کو پگھلاتے تھے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وفات نبوی کے بعد آپ صرف سوا دو سال جی سکے ۔ اس کے بعد یہ پورا بوجھ حضرت عمر فاروق ؓ کے کندھوں

پر آگیا۔ موصوف نے کس مشقت اور جان کنی سے اپنے فرائض خلافت ادا کئے۔ اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے کیجئے۔

ہرمزان بڑی شان و شوکت کا سپہ سالار تھا۔ یزدگرد شہنشاہ ایران نے اسے اہواز اور فارس ' دو صوبوں کی گورنری دے کر مسلمانوں کے مقابلے میں بھیجا تھا جنگ ہوئی تو ہرمزان نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ اسے مدینہ میں صحیح و سلامت پہنچا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ جو کچھ بھی فیصلہ کریں گے ' اسے منظور ہو گا۔ ہرمزان بڑی شان و شوکت سے روانہ ہوا۔ بڑے بڑے ایرانی رئیس اس کے ہمرکاب تھے جب یہ مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے تاج مرصع سر پر رکھا۔ دیبا کی قبا زیب بدن کی۔ کمر سے مرصع تلوار لگائی اور شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا۔ مسجد نبوی کے قریب پہنچ کر پوچھا۔ امیر المومنین کہاں ملیں گے؟ ایرانیوں کا خیال تھا کہ جس شخص کے دبدبے نے تمام دنیا میں غلغلہ ڈال رکھا ہے۔ اس کا دربار بھی بڑے سازو سامان کا ہو گا۔ ایک بدوی نے اشارہ سے بتایا۔ وہ ہیں امیرالمومنین۔ حضرت عمرؓ اس وقت صحن مسجد میں فرش خاک پر لیٹے ہوئے تھے۔

جب یرموک میں ۳۰ ہزار رومی اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن کر مسلمانوں کے ساتھ لڑے تو حضرت عمرؓ کا حال کیا تھا؟ صحیح روایت ہے کہ جب تک یہ لڑائی ہوتی رہی ' حضرت عمرؓ رات کے وقت چین سے نہیں سوئے۔ پھر جب فتح کی خبر پہنچی تو بے اختیار سجدے میں گر گئے اور آنسو بہانے لگے۔

جنگ قادسیہ میں شہنشاہ ایران نے ملک کی آخری طاقتیں میدان جنگ میں جھونک دی تھیں۔ جنگ کی بلا خیزی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ صرف ایک دن کے اندر معرکہ اغواث میں ۱۰ ہزار ایرانی اور ۲ ہزار مسلمان مقتول و مجروح ہوئے تھے۔ دوران جنگ میں حضرت عمرؓ کا حال یہ تھا کہ جب سے قادسیہ کا معرکہ شروع ہوا تھا۔ آپ ہر روز طلوع

آفتاب کے ساتھ مدینہ سے نکل جاتے تھے اور کسی درخت کے نیچے اکیلے کھڑے قاصد کی راہ تکتے رہتے تھے۔ جب قاصد فتح کی خبر لایا تو آپ اس وقت بھی باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ جب معلوم ہوا کہ سعد کا قاصد ہے تو آپ نے حالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ قاصد اونٹ بھگائے جاتا تھا۔ حالات بیان کرتا جاتا تھا اور حضرت عمرؓ رکاب کے ساتھ دوڑتے جاتے تھے جب شہر کے اندر مسلمانوں نے انہیں امیرالمومنین کہہ کر پکارنا شروع کیا تو قاصد حیرت زدہ رہ گیا کہ آپ ہی رسول اللہ کے جانشین ہیں۔ اب قاصد کہنے لگا۔ امیرالمومنین! آپ نے اپنا نام کیوں نہ بتایا کہ میں اس گستاخی کا مرتکب نہ ہوتا۔ مگر آپ فرماتے تھے۔ یہ نہ کہو' اپنی اصل بات جاری رکھو۔ قاصد بیان کرتا گیا اور آپ اسی طرح رکاب کے ساتھ چل کر گھر تشریف لائے۔

جب خلافت کی ذمہ داری قبول فرما چکے تو مسلمانوں کو مسجد نبوی میں جمع کر کے ارشاد فرمایا۔ " مسلمانو! مجھے تمہارے مال میں اس قدر حق ہے' جس قدر کہ یتیم کے سرپرست کو یتیم کے مال میں ہوتا ہے۔ اگر میں دولت مند ہوا تو کچھ معاوضہ نہیں لوں گا۔ اگر تہی دست ہو گیا تو صرف کھانے کا خرچ لوں گا۔ پھر بھی مجھ سے برابر باز پرس کرتے رہنا کہ میں نہ تو بے جا طور پر جمع کروں اور نہ بے جا طور پر خرچ کر سکوں۔" بیماری میں شہد کی ضرورت ہوئی تو مسجد نبوی میں سب کو جمع کر کے درخواست کی۔ "اگر آپ لوگ اجازت دیں تو بیت المال سے تھوڑا سا شہد لے لوں" لوگوں نے منظور کیا تو شہد لیا۔

رات' رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ آنسوؤں کی روانی سے چہرہ اقدس پر دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن شدادؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب قرات کرتے ہوئے آیہ پاک انما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ پر پہنچے تو اس زور سے

روئے کہ لوگ مضطرب ہو گئے۔

امام حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔ ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع تو اس قدر روئے کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ بعض دفعہ لوگوں کو شبہ ہوتا تھا کہ فرط غم سے آپ کا دل چھوٹ جائے گا اور آپ بچیں گے نہیں۔ کئی دفعہ حالت اس قدر رقیق ہو جاتی تھی کہ کئی کئی دن تک لوگ بیمار پرسی کرنے آتے تھے۔

ایک صحابی ان اعمال حسنہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر انجام دیئے تھے۔ حضرت عمرؓ بے قرار ہو گئے اور ارشاد فرمایا۔ "مجھے اس ذات پاک کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تو اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ اگر اجر نہ ملے تو عذاب ہی سے بچ جاؤں۔"

ایک راستے پر سے گزر رہے تھے کہ کچھ خیال آیا۔ وہیں آپ زمین کی طرف جھکے اور ایک تنکا اٹھا لیا، پھر ارشاد فرمایا۔ "اے کاش! میں اس تنکے کی طرح خس و خاشاک ہوتا۔ اے کاش! میں پیدا ہی نہ کیا جاتا۔ اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔" ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔ "اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا دنیا کے تمام لوگ بخش دیئے گئے ہیں۔ تب بھی میرا خوف زائل نہیں ہو گا۔ میں سمجھوں گا۔ شاید وہ ایک بد قسمت انسان میں ہوں گا۔"

ان خیالات نے آپ کی معاشی زندگی میں بڑی تکلیف پیدا کر دی تھی، آپ روم اور ایران کے شہنشاہ بن چکے تھے۔ پھر بھی آپ سے فقر و فاقہ کی زندگی نہ چھٹی۔ لوگ اس کو محسوس کرتے تھے مگر آپ راضی برضا تھے۔ ایک دن آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ نے جرات کر کے یہ کہہ ہی دیا۔ "والد محترم! خدا نے آپ کو بڑا درجہ دیا ہے۔ آپ کو اچھے لباس اور اچھی غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔" ارشاد فرمایا۔ "اے جان پدر!

معلوم ہوتا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے فقرو فاقہ کو بھول گئی ہو۔ خدا کی قسم! میں انہیں کے نقش قدم پر چلوں گا۔ تاآنکہ آخرت کی مسرت حاصل کروں۔" اس کے بعد آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تنگدستی کا ذکر چھیڑ دیا۔ یہاں تک کہ حضرت حفصہ ؓ بے قرار ہو کر رونے لگیں۔

ایک دن یزید بن ابی سفیان ؓ نے آپ کی دعوت کی۔ جب دسترخوان پر بعض اچھے کھانے آئے تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا۔" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ دو گے تو ضرور بھٹک جاؤ گے۔"

حضرت احوص ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ؓ کے سامنے گوشت پیش کیا گیا جس میں گھی پڑا ہوا تھا۔ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔" یہ ایک سالن نہیں ہے۔ یہ دو سالن ہیں گھی الگ سالن ہے اور گوشت الگ سالن ہے۔ پھر اس تکلف کی کیا ضرورت ہے کہ دو سالنوں کو جمع کر کے کھایا جائے۔"

صحابہ نے آپ کے جسم مبارک پر کبھی نرم کپڑا نہیں دیکھا تھا۔ آپ کے کرتے میں بارہ بارہ پیوند ہوتے تھے' سر پر پھٹا عمامہ ہوتا تھا اور پاؤں میں پھٹی جوتی ہوتی تھی۔ پھر جب اسی حال میں قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے ملتے تو مسلمان شرما جاتے تھے۔ مگر آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور حضرت حفصہ ؓ دونوں نے مل کر کہا۔" امیرالمومنین! خدا نے آپ کو مرتبہ دیا۔ شہنشاہوں کے سفیر آپ کے پاس آتے ہیں' اب آپ کو اپنی معاشرت بدل دینی چاہیے۔" فرمایا" افسوس ہے تم دونوں رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہو کر مجھے دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو؟ اے عائشہ ؓ! تم رسول ﷺ کی حالت کو بھول گئیں جبکہ گھر میں صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا۔ اسی کو آپ دن کے وقت بچھاتے تھے اور اسی کو رات اوڑھتے تھے۔ اے حفصہ ؓ! کیا تمہیں یاد نہیں' جب ایک رات تم نے رسول اللہ ﷺ کے بستر کو دہرا کر کے بچھا دیا تو آپ رات بھر سوئے رہے پھر

صبح اٹھتے ہی حضور نے ارشاد فرمایا۔ "حفصہؓ! یہ تم نے کیا کیا کہ تم نے میرے بستر کو دہرا کر دیا۔ اور میں صبح تک سوتا رہا۔ مجھے دنیاوی آسائشوں سے کیا تعلق؟ تم نے فرش کی نرمی سے مجھے کیوں غافل کر دیا؟"

ایک دفعہ کرتہ پھٹ گیا تو آپ پیوند پر پیوند لگاتے جاتے۔ حضرت حفصہؓ نے روکا تو فرمایا۔ "اے حفصہؓ! میں مسلمانوں کے مال سے اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا۔

جب آپ منڈی کی تنبیہ و ہدایت کے لیے بازار میں گشت فرماتے تھے تو کوئی پرانی رسی یا کھجور کی گٹھلی جو سامنے آ جاتی۔ آپ لیتے تھے اور لوگوں کے گھروں میں پھینک دیتے تھے تاکہ لوگ پھر ان سے نفع اٹھائیں۔

ایک دفعہ عتبہ بن فرقدؓ آپ کے پاس آئے، دیکھا کہ ابلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے سامنے رکھے ہیں۔ اور انہیں زبر دستی حلق کے نیچے اتار رہے ہیں۔ ان سے رہا نہ گیا کہنے لگے۔ "امیر المومنین! اگر آپ کھانے پینے میں کچھ زیادہ صرف کریں اس سے امت کے مال میں کمی نہیں آسکتی۔" فرمایا! افسوس! کیا تم مجھے عیش و عشرت کی ترغیب دیتے ہو؟ ربیع بن زیادؓ نے کہا۔ "امیر المومنین! آپ اپنے خدا داد مرتبہ کی وجہ سے عیش و آرام کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ خفا ہو گئے اور فرمایا۔ "میں قوم کا امین ہوں۔ کیا امانت میں خیانت جائز ہے؟

اپنے وسیع کنبے کے لیے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے ایک دفعہ سفر حج میں کل ۸۰ درہم خرچ آ گئے۔ اس پر بار بار افسوس کرتے تھے کہ مجھ سے فضول خرچی ہو گئی ہے۔ اس خیال سے کہ بیت المال پر بوجھ نہ پڑے آپ نے اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں پر برابر پیوند لگایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو امام حسنؓ نے آپ کے کرتہ کے پیوند گنے۔ بارہ شمار میں آئے۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ میں

نے آپ کا پاجامہ دیکھا اس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔

ایک دفعہ بحرین سے مال غنیمت میں مشک و عنبر آیا اور اسے تقسیم کرنے کے لیے آپ کو ایک ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو نہایت احتیاط کے ساتھ وزن کر سکے آپ کی بیوی نے کہا۔" میں نہایت ہی خوش اسلوبی سے اس خدمت کو انجام دے سکتی ہوں۔" فرمایا! عاقلہ! تم سے یہ کام نہیں لوں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ مشک تمہاری انگلیوں میں لگ جائے گا۔ پھر تم اسے اپنے جسم پر ملو گی اور جوابدہ اس کا میں ہوں گا۔"

ایک دفعہ سر پر چادر ڈال کر دوپہر میں گشت کے لیے نکلے۔ اسی وقت ایک غلام گدھے پر سوار جا رہا تھا۔ چونکہ تھک گئے تھے۔ اس لیے سواری کی خواہش ظاہر کی۔ غلام فوراً" اتر پڑا' اور گدھا پیش کیا۔ فرمایا!" میں تمہیں اس قدر تکلیف نہیں دے سکتا۔ تم بدستور سوار ہو۔ میں پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔ اسی حالت میں مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوئے۔ لوگ حیران ہوتے تھے کہ غلام آگے بیٹھا ہے اور امیرالمومنین اس کے پیچھے سوار ہیں۔

انتظام سلطنت کے سلسلے میں کئی دفعہ سفر کیے مگر کبھی خیمہ ساتھ نہ لیا۔ ہمیشہ درخت کے سائے میں ٹھہرتے تھے اور فرش خاک پر اپنا بستر جما لیتے تھے۔ کبھی کسی درخت پر اپنا کمبل تان لیتے تھے اور دوپہر کاٹ لیتے تھے۔

۱۸ھ میں قحط پڑا۔ اس وقت حضرت عمرؓ کی بے قراری قابل دید تھی۔ گوشت گھی اور تمام دوسری مرغوب غذائیں ترک فرما دیں۔ ایک دن اپنے بیٹے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھا تو سخت خفا ہونے لگے' مسلمان بھوکے مر رہے ہیں اور تم میوے کھاتے ہو۔

چونکہ گھی کی بجائے روغن زیتون کھانا شروع کر دیا تھا۔ اس واسطے ایک روز شکم مبارک میں قراقرا ہوا۔ آپ نے پیٹ میں انگلی چبھو کر فرمایا۔ جب تک ملک میں قحط ہے۔ تمہیں یہی کچھ ملے گا۔

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک وفد نے مل کر عرض کیا۔ کہ اگر آنجناب ذرا بہتر کھانا کھایا کریں تو اللہ تعالیٰ کے کام میں اور زیادہ قوی ہو جائیں۔ آپ نے پوچھا۔ کیا یہ تمہاری ذاتی رائے ہے یا سب مسلمان اس کا تقاضا کرتے ہیں؟ عرض کیا' یہ سب مسلمانوں کی متفقہ رائے ہے۔ فرمایا۔ میں تمہاری خیر خواہی کا مشکور ہوں۔ مگر میں اپنے دو پیش رووں کی شاہراہ ترک نہیں کر سکتا۔ مجھے ان کی ہم نشینی یہاں کی لذتوں سے زیادہ مرغوب ہے۔

جو لوگ محاذ جنگ پر ہوتے' ان کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر انہیں بازار سے سودا سلف لا دیتے' اہل فوج کے خطوط آتے تو خود گھروں میں پھر کر پہنچاتے۔ جس گھر میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہوتا' وہاں خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو لکھاتے لکھ دیتے۔

حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز صبح سویرے مجھے شک ہوا کہ سامنے کے جھونپڑے میں حضرت عمرؓ تشریف فرما ہیں۔ پھر خیال آیا کہ امیرالمومنین کا یہاں کیا کام؟ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک نابینا ضعیفہ رہتی ہیں اور حضرت عمرؓ روزانہ اس کی خبرگیری کے لیے آتے ہیں۔

یہ تھی حضرت فاروق اعظمؓ کی روزانہ زندگی' اللہ کا بے پناہ خوف' مسلمانوں کی بے پناہ خدمت' شب و روز کی بے پناہ مصروفیتیں' ان سب پر مستزاد یہ کہ ایک رات بھی پاؤں پھیلا کر نہ سوئے تھے اور وہ ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ جسم پاک روز بروز تحلیل ہوتا گیا۔ قوت گھٹ گئی۔ جسم مبارک سوکھ گیا اور بڑھاپے سے بہت پہلے بڑھاپا محسوس کرنے لگے۔ ان ایام میں اکثر فرمایا کرتے۔ "اگر کوئی دوسرا شخص بار خلافت اٹھا سکتا تو خلیفہ بننے کی بجائے مجھے یہ بہت زیادہ پسند تھا کہ میری گردن اڑا دی جائے۔"

۲۳ ھ میں کرمان ' سجستان ' مکران اور اصفہان کے علاقے فتح ہوئے ۔ گویا سلطنت اسلامی کی حدود مصر سے بلوچستان تک وسیع ہو گئیں ۔ اسی سال آپ نے آخری حج فرمایا ۔ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے ۔ راہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے اور بہت سی کنکریاں جمع کر کے ان پر چادر بچھائی۔ پھر چت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کرنے لگے ۔ " خداوندا! اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے میرے قویٰ کمزور پڑ گئے ہیں ۔ اور رعایا ہر جگہ پھیل گئی ہے ۔ اب تو مجھے اس حالت میں اٹھا لے کہ میرے اعمال برباد نہ ہوں اور میری عمر کا پیمانہ اعتدال سے متجاوز نہ ہو جا۔"

سامان شہادت

کعب بن احبار نے کہا ۔ " میں تورات میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ شہید ہوں گے ۔ " آپ نے فرمایا ۔ " یہ کیسے ممکن ہے کہ عرب میں رہتے ہوئے شہید ہو جاؤں ؟ پھر دعا فرمائی ۔ اے خداوندا ! مجھے اپنے راستوں میں شہادت عطا کر اور اپنے محبوب کے مدینہ کی حدود کے اندر پیغام اجل ارزانی فرما ۔"ایک دن خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا ۔

> " میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ آیا ہے اور مجھ پر ٹھونگیں مار رہا ہے ۔ اس کی تعبیر یہی ہو سکتی ہے کہ اب میری موت کا زمانہ قریب آ گیا ہے ۔ میری قوم مطالبہ کر رہی ہے کہ میں اپنا ولی عہد مقرر کروں ۔"
>
> یاد رکھو کہ میں موت کا مالک ہوں نہ دین اور خلافت کا ۔ خدا تعالیٰ اپنے دین اور خلافت کا خود محافظ ہے' وہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا ۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ کوئی مشرک جو بالغ ہو ' مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ اس سلسلہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ گورنر کوفہ نے آپ کو لکھا کہ یہاں کوفہ میں فیروز نامی ایک بہت ہوشیار نوجوان ہے اور وہ نقاشی ' نجاری اور آہن گری میں بڑی مہارت رکھتا ہے ۔ اگر آپ اسے مدینہ میں داخلے کی اجازت عطا کریں تو وہ مسلمانوں کے بہت کام آئے گا ۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس کو بھیج دیا جائے ۔ فیروز نے مدینہ پہنچ کر شکایت کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت زیادہ ٹیکس لگا رکھا ہے آپ کم کرا دیجئے ۔ حضرت عمرؓ کی اس سے یہ گفتگو ہوئی ۔

حضرت عمرؓ : کتنا ٹیکس ہے ؟

فیروز : دو درہم روزانہ (سات آنے)

حضرت عمرؓ : تمہارا پیشہ کیا ہے ؟

فیروز : نجاری ' نقاشی اور آہن گری ۔

حضرت عمرؓ : ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے ۔

فیروز کے لیے یہ جواب ناقابل برداشت تھا ۔ وہ عناد سے لبریز ہو گیا ۔ دانت پیستا باہر چلا گیا ۔ وہ کہہ رہا تھا کہ امیرالمومنین میرے سوا ہر ایک کا انصاف کرتے ہیں ۔ چند روز کے بعد حضرت موصوف نے اسے پھر یاد فرمایا اور پوچھا ۔ میں نے سنا ہے کہ تم ایک چکی تیار کر سکتے ہو جو ہوا سے چلے ؟ فیروز نے ترشروئی سے جواب دیا کہ میں تمہارے لیے ایک ایسی چکی تیار کروں گا جسے یہاں کے لوگ کبھی نہیں بھولیں گے ۔

فیروز رخصت ہو گیا تو آپ نے فرمایا ۔ " نوجوان مجھے قتل کی دھمکی دے گیا ہے " ۔

دوسرے روز ایک دو دھارا خنجر جس کا قبضہ وسط میں تھا ۔ آستین میں چھپایا اور صبح سویرے مسجد کے گوشے میں آ بیٹھا ۔ مسجد میں کچھ لوگ صفیں سیدھی کرنے پر مقرر تھے ۔ جب وہ صفیں سیدھی کر لیتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لاتے اور امامت

کراتے تھے۔ اس روز بھی اسی طرح ہوا۔ جب صفیں سیدھی ہو چکیں تو حضرت عمرؓ امامت کے لیے آگے بڑھے اور جونہی نماز شروع کی فیروز نے دفعتہً گھات میں سے نکل کر چھ وار کئے۔ جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا۔ دنیا نے اس دردناک ترین حالت میں خدا پرستی کا ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ اس وقت جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قد پر گر رہے تھے آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا اور خود وہیں زخموں کے صدمہ سے زمین پر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ امیرالمومنین حضرت فاروق اعظمؓ سامنے پڑے تڑپ رہے تھے، فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا۔ لیکن آخر کار وہ پکڑا گیا اور اسی وقت اس نے خودکشی کر لی۔

حضرت فاروق اعظمؓ کو اٹھا کر گھر لایا گیا آپ نے سب سے پہلے یہ دریافت فرمایا کہ میرا قاتل کون تھا؟ لوگوں نے عرض کیا، فیروز اس جواب سے چہرہ انور پر بشاشت ظاہر ہوئی اور زبان مبارک سے فرمایا۔ الحمدللہ! میں کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں، اس لیے شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا۔ اس نے نبیذ اور دودھ پلایا مگر یہ دونوں چیزیں زخم کی راہ سے باہر آگئیں اس سے تمام مسلمانوں پر افسردگی طاری ہو گئی۔ اور وہ سمجھے کہ اب حضرت عمرؓ جانبر نہ ہو سکیں گے۔

حضرت عمرؓ تنہا زخمی نہیں ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا مدینہ زخمی ہو گیا ہے۔ خلافت اسلامیہ زخمی ہو گئی ہے، اس سے بھی زیادہ یہ کہ خود اسلام پاک زخمی ہو گیا ہے۔ غم میں ڈوبے ہوئے لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے تھے اور بے اختیار آپ کی تعریفیں کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ آئے اور بے اختیار آپ کے فضائل و اوصاف بیان کرنے لگے۔ ارشاد فرمایا۔ "اگر آج میرے پاس دنیا بھر کا سونا بھی موجود ہوتا تو میں اسے خوف

قیامت سے رستگاری حاصل کرنے کے لیے قربان کر دیتا۔"

انتخاب خلافت کی مہم

جب تک حضرت فاروق اعظمؓ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے تھے' انہیں نئے انتخاب کا تصور تک نہیں ہوا۔ وہ یوں سمجھتے تھے کہ شاید اسلام کا یہ سب سے بڑا خادم یونہی عرصہ دراز تک امت رسول کی حفاظت کرتا رہے گا۔ جب عمر فاروقؓ ناگہاں بستر پر گر پڑے تو مسلمانوں کو پہلی دفعہ اپنی بے بسی اور اسلام کی تنہائی کا احساس ہوا ہر مسلمان کو اب سب سے پہلا فکر یہی تھا کہ حضرت عمرؓ کے بعد اس امت کا محافظ کون ہو گا؟ جتنے بھی لوگ خبرگیری کے لیے آتے تھے' یہی عرض کرتے تھے۔ "امیر المومنین! آپ اپنا جانشین مقرر کرتے جایئے۔" وہ مسلمانوں کا یہ تقاضا سنتے تھے اور چپ ہو جاتے تھے۔ آخر ارشاد فرمایا "کیا تم چاہتے ہو کہ موت کے بعد بھی یہ بوجھ میرے کندھوں پر رہے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ میری آرزو صرف یہی ہے کہ میں اس مسئلہ سے اس طرح الگ ہو جاؤں کہ میرے عذاب و ثواب کے دونوں پلڑے برابر رہ جائیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے انتخاب خلافت کے مسئلہ پر مدتوں غور فرمایا تھا اور اکثر اسی کو سوچا کرتے تھے۔ لوگوں نے متعدد مرتبہ ان کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا جاتا تو ارشاد فرماتے۔ میں خلافت کے معاملے میں حیران ہوں' کچھ نہیں سوجھتا۔ بارہا کے غور و فکر کے بعد بھی ان کی نظر کسی ایک شخص پر نہیں جمتی تھی۔ بارہا ان کے منہ سے ایک بے ساختہ آہ نکل جاتی۔ "افسوس مجھے اس بار کا کوئی اٹھانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔" ایک شخص نے کہا۔ "آپ عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے؟" فرمایا "اے شخص! خدا تجھے غارت

کرے ۔ واللہ میں نے کبھی خدا سے یہ استدعا نہیں کی ۔ کیا میں ایسے شخص کو خلیفہ بنا دوں جس میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کی بھی صحیح قابلیت موجود نہیں ہے ۔"

اسی سلسلہ میں فرمایا ۔ " میں اپنے ساتھیوں کو خلافت کی حرص میں مبتلا دیکھ رہا ہوں ۔ ہاں ' اگر آج سالم مولیٰ ابو حذیفہ یا ابو عبیدہ بن جراحؓ زندہ ہوتے تو میں ان کے متعلق کہہ سکتا تھا۔" اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ بہت زیادہ پسند تھا کہ انتخاب خلافت کے مسئلہ کو چھوئے بغیر اس دنیا کو عبور کر جائیں ۔ لیکن مسلمانوں کا اصرار روز بروز بڑھتا چلا گیا ۔ آخر آپ نے فرمایا ۔ " میرے انتقال کے بعد عثمانؓ ' علیؓ ' طلحہؓ ' زبیرؓ ' عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن وقاصؓ تین دن کے اندر جس شخص کو منتخب کر لیں ' اسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے ۔"

سفر آخرت کی تیاری

آخری گھڑیوں میں اپنے صاحبزادے عبداللہ کو طلب فرمایا ۔ وہ حاضر ہو گئے تو ارشاد فرمایا ۔ عبداللہ حساب کرو ' مجھ پر قرض کتنا ہے ؟ " حساب لگا کر بتایا گیا کہ ۸۶ ہزار درہم فرمایا ۔ " یہ قرض آل عمرؓ کے مال سے ادا کیا جائے اگر ان میں لستطاعت نہ ہو ' تو خاندان عدی سے امداد لی جائے ' اگر پھر بھی ادا نہ ہو ' کل قریش سے لیا جائے ۔ لیکن قریش کے علاوہ دوسروں کو تکلیف نہ دی جائے ۔"

حضرت عمرؓ کے غلام نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا۔ جبکہ ان کے ایک وارث نے اپنا حصہ وراثت ایک لاکھ میں بیچا ؟ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا ۔ جس کو امیر معاویہؓ نے خریدا اور قرض ادا ہو گیا۔

تصفیہ قرض کے بعد بیٹے سے فرمایا۔

"ابھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے التماس کرو، عمرؓ چاہتا ہے، اسے اپنے دو رفیقوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔"

عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کا یہ پیغام حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پہنچایا۔ تو وہ بے حد درد مند ہوئیں اور فرمایا۔

"میں نے یہ جگہ اپنے لیے محفوظ رکھی تھی۔ مگر آج میں عمر کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔" جب بیٹے نے آپ کو حضرت عائشہؓ کی منظوری کی اطلاع دی تو بے حد خوش ہوئے اور اس آرزو کی قبولیت پر بہ صد خلوص و نیاز شکر ادا کرنے لگے۔

اب کرب و تکلیف کی حالت شروع ہو چکی تھی۔ اسی حالت میں لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

"جو شخص خلیفہ منتخب ہو وہ پانچ جماعتوں کے حقوق کا خیال رکھے، مہاجر کا، انصار کا، اعراب کا، ان اہل عرب کا جو دوسرے شہروں میں جا کر آباد ہوئے ہیں اور اہل ذمہ کا۔"

پھر ہر جماعت کے حقوق کی تشریح فرمائی اور اہل ذمہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

"میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے، اور اہل ذمہ کے تمام معاہدات پورے کیے جائیں، ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور انہیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔"

انتقال سے تھوڑا عرصہ پہلے اپنے بیٹے عبداللہ سے ارشاد فرمایا۔

"میرے کفن میں بے جا صرف نہ کرنا۔ اگر میں اللہ کے ہاں بہتر ہوں تو مجھے از خود بہتر لباس مل جائے گا اگر بہتر نہیں تو کفن بے فائدہ ہے۔"

پھر فرمایا۔

"میرے لیے لمبی چوڑی قبر نہ کھدوائی جائے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مستحق رحمت ہوں تو از خود میری قبر حد نگاہ تک وسیع ہو جائے گی۔ اگر مستحق رحمت نہیں ہوں تو قبر کی وسعت میرے عذاب کی تنگی کو دور نہیں کر سکتی۔"

پھر فرمایا۔

"میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ چلے مجھے مصنوعی صفات سے یاد نہ کیا جائے۔ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے جلد سے جلد قبر میں پہنچا دیا جائے اگر میں مستحق رحمت ہوں تو مجھے رحمت ایزدی تک پہنچانے میں جلدی کرنی چاہیے اگر مستحق عذاب ہوں تو ایک برے آدمی کا بوجھ جس قدر جلد کندھوں سے اتار پھینکا جائے اسی قدر بہتر ہو گا۔"

ان دردناک وصایا کے تھوڑے ہی دیر بعد فرشتہ اجل سامنے آ گیا اور آپ جان بحق تسلیم ہو گئے۔ یہ ہفتہ کا دن تھا۔ ۲۳ھ اس وقت عمرؓ ۶۳ برس کی تھی۔ حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ۔ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قبر میں اتارہ۔ اور دنیائے اسلام کے اس درخشندہ ترین آفتاب کو آقائے انسانیت کے پہلو میں ہمیشہ کے لیے سلا دیا گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مسلمانوں کو حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت سے جو صدمہ ہوا' الفاظ سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہر مسلمان نے اپنی عقل کے مطابق انتہائی غم و اندوہ کا اظہار کیا۔ حضرت ام ایمنؓ نے کہا۔ جس روز عمرؓ شہید ہوئے اسی روز اسلام کمزور پڑ گیا۔ حضرت ابو اسامہؓ نے کہا حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اسلام کے مائی باپ تھے' وہ گذر گئے تو اسلام یتیم ہو گیا۔ خدا کہتا ہے کہ وہ گذرے نہیں بلکہ زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

شہادت عثمانؓ

دیرینہ خاندانی رقابت:

اسلامی تاریخ میں نفاق کی ایک لکیر ہے۔ یہ لکیر حضرت عثمانؓ کے خون سے کھینچی گئی۔ اور اسی میں اسلام کا پورا جاہ و جلال دفن ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اصل بنیاد، بنی ہاشم اور بنی امیہ کی خاندانی رقابت ہے۔ جب تک اس خاندان کی تشریح نہ کی جائے۔ شہادت کے صحیح اسباب روشنی میں نہیں آ سکتے۔ اس لیے سب سے پہلے ہم اسی مسئلہ کی وضاحت پیش کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں، رسول اللہ کے والد ماجد کے پردادا عبدالمناف کی شخصیت بہت اہم ہے، ان کے چار بیٹے تھے۔

نوفل، مطلب، ہاشم، عبدشمس

بنی ہاشم اور بنی امیہ کی رقابت کے معنی ہیں، ہاشم اور عبدشمس کی اولاد کی نا اتفاقی۔ ہاشم اگرچہ عبدشمس سے چھوٹا تھا، لیکن وہ اپنی طاقت اور فیاضی سے قوم کا پیشوا بن گیا۔ اس

نے قیصر روم اور نجاشی شاہ حبش سے تجارتی مراعات حاصل کیں اور اس کے بعد خانہ کعبہ کے انتظامات بھی اسی سے متعلق ہو گئے۔ یہ سب چیزیں ہاشم کے بھتیجے اور عبدشمس کے بیٹے امیہ کو بہت ناگوار گزریں بلکہ ایک موقع پر اس نے اپنے چچا ہاشم کو لڑائی کا چیلنج دے دیا۔

شرط یہ تھی کہ چچا (ہاشم) اور بھتیجا (امیہ) کے درمیان مناظرہ ہو گا۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک کاہن مناظرے کا فیصلہ دے گا اور فریقین اس کو منظور کر لیں گے۔ طے پایا کہ ہارنے والا شخص جیتنے والے کو ۵۰ سیاہ چشم اونٹ دے گا اور دس سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے گا۔

ہاشم اور بنی امیہ میں مناظرہ ہوا۔ جج نے امیہ کی شکست کا اعلان کر دیا۔ امیہ نے پچاس اونٹ دیئے اور شام کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ بس اسی نقطے سے بنی ہاشم اور بنی امیہ میں عناد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

عہد نبوی میں اموی اور ہاشمی:

بعثت نبوی کے وقت چار آدمی بنی ہاشم کے ستون تھے۔ ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب یعنی حضور کے دادا، آپ کے چچا ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابو لہب، اسی عہد میں بنی امیہ کی قیادت تین آدمیوں کے ہاتھ میں تھی۔ ابو سفیان، حکم اور غفار۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴۰ میلادی میں دنیا کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا۔ آپ چونکہ بنی ہاشم میں سے تھے اس لیے بنی امیہ کے افراد نے خاندانی رقابت کے باعث آپ ﷺ کی مخالفت کی اور ان کے مدمقابل بنی ہاشم نے آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو پالا تھا۔ آپ ﷺ کے چچا ابو

طالب نے آپ کی کڑی حمایت کی تھی ۔ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علی نے آپ پر ایمان لانے میں پیش قدمی کی تھی ۔ آپ ﷺ کے چچا حمزہ بھی بہت جلد آپ ﷺ پر ایمان لے آئے ۔۔۔۔ اور قوت بازو ثابت ہوئے ۔ آپ کے دوسرے چچا حضرت عباس اگرچہ دیر میں ایمان لائے ۔ پھر بھی آپ کے کافی ہمدرد تھے ۔ مختصر یہ کہ بنی ہاشم میں صرف ابو لہب دشمن رہا اور باقی سب ہاشمی حضرت عباسؓ' حضرت حمزہؓ' جناب ابو طالبؓ حضرت علیؓ اور حضرت عقیلؓ وغیرہ ایمان لے آئے ۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے چچا تھے یا آپ ﷺ کے چچاؤں کی اولاد ۔

ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اس زمانے میں بنی امیہ کے تین سردار تھے :-

ابو سفیان' عفان' اور حکم ۔

ان کے بعد ان کے بیٹے رئیس قرار پائے ۔ ابو سفیان کے بیٹے امیر معاویہ' عفان کے فرزند حضرت عثمانؓ اور حکم کے بیٹے مروان ۔ ان سب میں عفان کے بیٹے حضرت عثمانؓ نے پیش قدمی کی اور مسلمان ہو گئے اور باقی سب لوگ عام طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت پر تلے رہے ۔ یہاں یاد رکھیے کہ امیر معاویہ' حضرت عثمانؓ اور مروان یہ تینوں امیہ کے پرپوتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اسباب انہیں تینوں حضرات کے باہمی تعلقات میں مضمر ہیں ۔

شجرہ نسب سے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے تعلقات کی کڑیاں ملاحظہ ہوں :-

نقطہ دار خطوط بنی امیہ اور بنی ہاشم کے نسلی تصادم کو ظاہر کرتے ہیں۔ امیہ ہاشم سے ٹکرایا۔ ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑا۔ علیؓ اور معاویہؓ میں جنگ ہوئی۔ یزید نے امام حسینؓ کو شہید کیا۔ مروان کی اولاد سے خلافت بنی امیہ کا سلسلہ جاری ہوا جسے اولاد عباس نے خلافت عباسیہ قائم کر کے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔
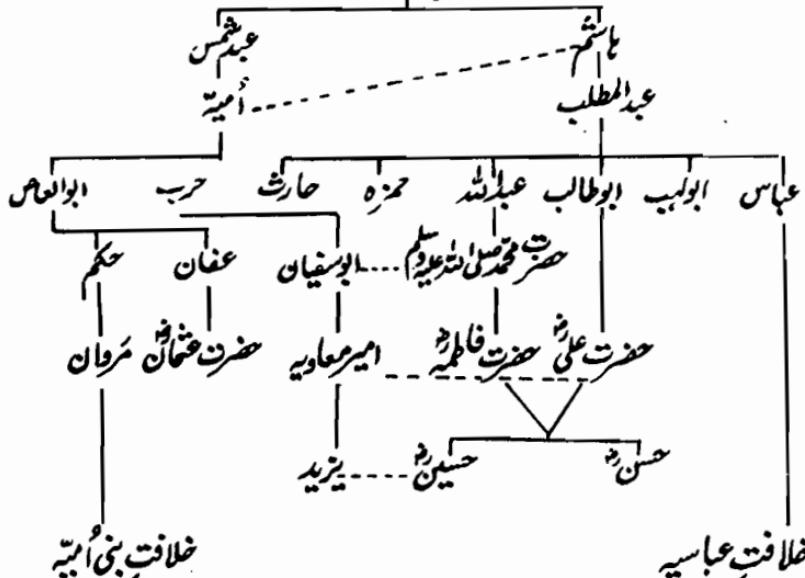
ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی میں بنی ہاشم حضور ﷺ کے موافق تھے اور بنی امیہ مخالف۔ اسی دوران میں عفان کے بیٹے حضرت عثمانؓ مشرف با اسلام ہو گئے۔ ان کا بنی امیہ کے مخالف کیمپ سے تن تنہا ہاشمی کیمپ میں چلے آنا' بڑی جراٴت و صداقت کی بات تھی اور یہی چیز حضرت عثمانؓ کی عظمت و نورانیت کی دلیل بھی ہے۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد بنی امیہ کے دوسرے افراد بھی مسلمان ہو گئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نفوس کا اس طرح تزکیہ فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کی دیرینہ رقابت محو ہو کر رہ گئی اب اموی اور ہاشمی بھائی بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اسلام کی خدمت انجام دے رہے تھے۔

حضرت عثمانؓ کا انتخاب خلافت:

پیغمبر ﷺ انسانیت کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے اور یہ وقت بڑے امن سے گزرا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے اور آپ کا زمانہ بھی بڑی کامیابی سے گزرا۔ ۲۳ھ میں حضرت عمر فاروقؓ نے انتقال فرمایا اور وصیت کی کہ علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد وقاصؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ، یہ چھ آدمی تین دن کے اندر اندر کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ پورے دو دن بحث میں گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی۔ تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ ہم میں سے تین آدمی ایک ایک شخص کے حق میں دستبردار ہو جائیں تاکہ چھ کی بحث تین میں محدود ہو جائے۔ اس پر حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ حضرت طلحہؓ حضرت عثمانؓ کے حق میں اور حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا۔ ”میں امیدواری سے دستبردار ہوتا ہوں“

اب بحث حضرت علیؓ اور عثمانؓ میں رہ گئی۔ چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایثار کیا تھا۔ اس لیے ان دونوں نے اپنا آخری فیصلہ ان کے سپرد کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تمام صحابہ کو مسجد میں جمع کر کے مختصر سی تقریر کی اور اپنا فیصلہ حضرت عثمانؓ کے حق میں دے دیا اور سب سے پہلے اسی مسجد میں خود بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی اور پھر تمام مخلوق بیعت کے لیے ٹوٹ پڑی۔ اور بنی امیہ کے ایک معزز فرزند حضرت عثمانؓ، رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہو گئے۔ گو اس وقت یہ بات زبانوں پر نہ آئی ہو۔ تاہم دلوں نے یہ ضرور محسوس کیا، لیجیے! رسول ﷺ ہاشمی کی مسند خلافت پر بنی امیہ کا ایک فرزند متمکن ہو گیا۔ یہ ۴ محرم ۲۴ھ کا واقعہ ہے۔

ناموافق اسباب کا ظہور:

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے چھ سال بڑے امن سے گزرے لیکن آخری چھ سالوں میں دنیا کا رنگ ہی پلٹ گیا ۔ اس انقلاب کی اصل وجہ صرف ایک تھی اور وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی وہ مبارک جماعت جس نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی روشنی میں زندگی اور اتحاد کے سبق سیکھے تھے' اس دنیا سے رخصت ہو رہی تھی اور وہ نئی نسلیں جو اس باخدا جماعت کی وارث ہوئیں' تقوی اور اتحاد میں ان کی وارث نہ تھیں ۔ رسول اللہ کے صحابہ کرام میں سب سے بڑی فضیلت یہ تھی کہ ان کا جینا اور مرنا محض اللہ کے لیے تھا ۔ چونکہ وہ غرض سے خالی تھے' اس لیے وہ نفاق و اختلاف سے بھی خالی تھے لیکن اب جو نئی نسلیں میدان میں آئیں' وہ اس طرح بے نفس اور بے غرض نہ تھیں اور اسی واسطے ان میں اختلاف و انتشار کا رنگ بھی نمایاں تھا اور اقتدار و مفاد کی طلب بھی موجود تھی ۔

دلوں پر توحید کا رنگ جس قدر زیادہ ہو گا' وہ اسی قدر کھوٹ' خیانت غرض اور نفاق سے پاک ہوں گے اور وہ دل جو غرض اور نفاق سے پاک ہوں گے' بے تکلف متحد بھی ہو جائیں گے لیکن جب صحابہ کی اولادوں میں توحید کا جذبہ گھٹا تو غرضیں بڑھ گئیں اور جس قدر غرضیں بڑھیں' اسی قدر دلوں میں تفادت پیدا ہو گیا اور اسی تفادت قلوب کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سالوں میں خلافت نبوی اور امارت اسلامی کے قلعے پارہ پارہ ہو گئے ۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں نفاق کی تین تحریکیں پیدا ہوئیں:۔

۱ ۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم میں نفاق:

ہاشمی لوگ اپنے کو رسول ﷺ کا وارث سمجھتے تھے اور خاندانی رقابت کے تحت یہ صورت حالات انہیں کچھ زیادہ پسندیدہ معلوم نہ ہوتی تھی کہ بنی امیہ کے سردار کا بیٹا رسول ہاشمی کے دین و حکومت کا امام ہو۔

۲۔ قریش اور غیر قریش میں فرق:

مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ غیر قریش قبائل نے فتوحات اسلامی میں قریش کے دوش بدوش کام کیا تھا۔ انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ افسری کا تاج صرف قریش ہی پہنے رہیں۔

۳۔ عرب اور غیر عرب میں نفاق:

اسلام کی شعائیں روم، شام اور مصر تک پھیل چکی تھیں۔ یہودی، مجوسی، عیسائی ہزار ہا کی تعداد میں حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور مساوات اسلامی کے نظریہ کے ماتحت اپنے آپ کو اہل عرب کے مساوی سمجھتے تھے۔ انہیں عربوں کی ترجیح گوارا نہ تھی۔

مختصر یہ کہ بنی ہاشم کا دل بنی امیہ سے متحد نہ تھا۔ عام عرب قریش کے اقتدار سے جلتے تھے۔ تمام عجمی عربوں کے اقتدار پر حسد کرتے تھے۔ یعنی حکومت کے اعلیٰ، درمیانی اور ادنیٰ تینوں میں حسب مدارج نفاق و اختلاف اور حسد و رقابت نے اپنی تخم ریزیاں شروع کر دی تھیں۔

غیر مطمئن عناصر کی تنظیم:

سب سے پہلے کوفہ میں انقلابی اثرات ظاہر ہوئے اور اشتر نخعی نے لوگوں میں

یہ خیال پھیلایا کہ از روئے اسلام کوئی حق نہیں ہے کہ چند قریش تمام دنیائے اسلام کو اپنا غلام بنائے رکھیں۔ چونکہ عام مسلمانوں نے ممالک فتح کیے تھے' اس لیے وہ سب امارت کے مستحق ہیں۔ غیر عربی عناصر نے اشتر نخعی کی تلقین کو بڑی تیزی سے قبول کیا۔ ایک سازشی پارٹی بنا لی گئی اور سعید بن عاص گورنر کوفہ کے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ گورنر نے اپنے بچاؤ کے لیے حضرت عثمانؓ کی منظوری لے کر اس انقلابی پارٹی کے دس لیڈروں کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ میں ایک انقلابی پارٹی پیدا ہو گئی۔ کوفہ اور بصرہ میں جو کام اشتر نخعی نے کیا تھا۔ عبداللہ بن سبا مصر میں اس کا بیڑا اٹھا چکا تھا۔ جب عبداللہ بن سبا کو جو ایک یہودی النسل نو مسلم تھا' بصرہ اور کوفہ کی سازشی پارٹیوں کا حال معلوم ہوا تو وہ بے حد خوش ہوا اور اس نے بہت ہی تھوڑی محنت سے ان تمام پارٹیوں کو منظم کر کے اس امر پر آمادہ کر لیا کہ حضرت عثمانؓ کو مسند خلافت سے معزول کر کے بنی امیہ کی طاقت کو توڑ دیا جائے۔ اس نے اپنے مبلغ ہر طرف پھیلا دیئے۔ یہ لوگ دینداری اور مولویت کا لباس پہن کر پہلے عام مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرتے تھے' پھر انہیں حضرت عثمانؓ اور ان کے گورنروں کے خلاف شکایات سناتے تھے اور خیر خواہئ اسلام کے پردے میں خلیفۃ المسلمین سے بدگمان کر دیتے تھے۔

انقلابی پروپیگنڈا کی کامیابی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ محمد بن ابو حذیفہ اور محمد بن ابو بکر صدیق جیسے آدمی بھی تحریک انقلاب میں شامل ہو گئے' اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود مدینہ منورہ کا حال بھی بگڑنے لگا۔ ایک دن حضرت عثمانؓ خطبہ جمعہ پر کھڑے ہوئے۔ آپ حمد و ثنا کر رہے تھے کہ مجمع میں ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ عثمان! کتاب اللہ کی پیروی کر۔ حضرت عثمانؓ نے نہایت نرمی سے فرمایا۔ آپ بیٹھ جائیے۔ مگر اثنائے خطبہ میں یہ دوسری بار کھڑا ہو گیا اور پہلے جملے کا اعادہ کیا۔ حضرت موصوف نے پھر اسے بیٹھ

جانے کی ہدایت فرمائی، بیٹھا اور پھر کھڑا ہو گیا مگر پیکر حلم عثمانؓ اب بھی بے طیش تھے۔ آپ نے پھر نرمی اور محبت سے فرمایا۔ آپ بیٹھ جایئے اور خطبہ سنئے چونکہ یہ سب کچھ ایک سازش کے ماتحت تھا۔ اس واسطے دفعتہً اس کے بہت سے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عین خطبہ ہی میں خلیفہ رسول ﷺ کو گھیر لیا اور اس قدر پتھر برسائے کہ نائب رسول ﷺ زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گر پڑے۔ پیکر حلم حضرت عثمانؓ کے صبر و تحمل کی داد دیجئے کہ آپ نے مفسدین سے کوئی باز پرس نہ کی جو کچھ گزر چکا تھا اسے برداشت کر لیا اور سب کو معاف کر دیا۔

شورش پسندوں کے الزامات:

مفسدین کی طرف سے حضرت عثمان پر پانچ اہم الزامات لگائے گئے:۔

۱۔ آپ نے اکابر صحابہ کی بجائے اپنے نا تجربہ کار رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے دے رکھے ہیں۔

۲۔ آپ اپنے عزیزوں پر بیت المال کا روپیہ بے جا صرف کرتے ہیں۔

۳۔ آپ نے زید بن ثابت کے لکھے ہوئے قرآن کے سوا باقی سب صحیفوں کو جلا دیا ہے۔

۴۔ آپ نے بعض صحابہ کی تذلیل کی ہے اور نئی نئی بدعتیں اختیار کر لی ہیں۔

۵۔ مصری وفد کے ساتھ صریح بد عہدی کی ہے۔

یہ تمام الزامات قطعی طور پر سازشیوں کی شرارت کا نتیجہ تھے۔ کیونکہ:۔

۱۔ صحابہ کی معزولی انتظامی اسباب سے متعلق تھی۔

۲۔ عزیزوں کو جو کچھ آپ نے دیا تھا' اپنے ذاتی مال سے دیا تھا۔

۳۔ آپ نے جس صحیفہ کو باقی رکھا ' وہ خود حضرت ابوبکر صدیق اکبر نے تیار کرایا تھا اور اس سے زیادہ مکمل و مستند صحیفہ اور کون ہو سکتا تھا۔

۴۔ جن بدعات کا حوالہ دیا گیا ان کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہے۔ اس سے انہیں بدعت نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ مصری وفد کے حالات آگے بیان کئے جائیں گے۔

گورنروں کی کانفرنس:

جب حضرت عثمانؓ کو ان سازشوں کا علم ہوا تو انہوں نے تمام صوبوں کے گورنروں کو جمع کر کے رائے طلب کی۔ گورنروں کی اس کانفرنس میں حضرت موصوف کو حسب ذیل مشورے دیئے گئے۔

عبداللہ بن عامرؓ:۔ کسی ملک پر فوج کشی کر کے لوگوں کو جہاد میں مصروف کر دینا چاہیے۔ شورش از خود رفتہ ہو جائے گا۔

امیر معاویہؓ:۔ ہر صوبے کا گورنر اپنے صوبے کو خود سنبھالے۔

عبداللہ بن سعدؓ:۔ روپیہ دے کر شورش پسندوں کی حرص پوری کر دی جائے۔

عمرو بن عاصؓ:۔ آپ عدل کریں۔ ورنہ مسند خالی کر دیں۔ لیکن جب کانفرنس منتشر ہو گئی تو عمرو بن عاصؓ نے معذرت کی اور کہا کہ میں نے مفسدین کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے وہ رائے پیش کی تھی۔ اب میں ان کی خفیہ کاروائیوں سے آپ کو مطلع کرتا رہوں گا

گورنر کانفرنس کے بعد حضرت عثمانؓ نے تمام معاملات پر خود غور کیا اور رفع

شورش کے لیے تین اقدام کیے ۔

ا۔ گورنر کوفہ سعد بن العاص کو معزول کر کے ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کر دیا ۔

۲۔ تمام صوبوں میں اصلاح حال کے لیے تحقیقاتی وفد روانہ کیے ۔

۳۔ اعلان کیا گیا کہ حج کے موقع پر تمام لوگ اپنی شکایات پیش کریں' تدارک کیا جائے گا ۔

مفسدین کی مدینہ پر یورش:

مفسدین کو اصلاح منظور نہ تھی ۔ اس لیے انہوں نے ٹھیک اس وقت جب کہ حضرت عثمانؓ اصلاح کی کوشش فرما رہے تھے' الگ الگ پارٹیاں بنا لیں اور اپنے آپ کو حاجی ظاہر کر کے مدینے کی طرف کوچ کر دیا جب یہ لوگ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں ایک حملہ آور فوج کی شکل اختیار کر کے طرح اقامت ڈال دی جب حضرت عثمانؓ کو اس مظاہرے کا علم ہوا تو آپ نے حضرت طلحہؓ' حضرت زبیرؓ' حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت علیؓ کو باری باری ان کے پاس بھیجا اور ترغیب دی کہ تمام مظاہرین اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جائیں ۔ تمام جائز مطالبات جلد پورے کر دیئے جائیں گے ۔ تمام معاملات میں مسجد میں غور کیا گیا ۔ طلحہ بن عبداللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت سخت الفاظ میں حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف سے پیغام آیا کہ آپ عبداللہ بن ابی سرح کو جس پر صحابہ کے قتل کا الزام ہے' کیوں مصر کی امارت سے الگ نہیں کر دیتے ؟ جب حضرت علیؓ نے بھی اس خیال کی تائید فرمائی تو ارشاد فرمایا یہ لوگ اپنا امیر خود تجویز کر لیں ۔ میں اس کو عبداللہ بن ابی سرح کی جگہ مقرر کر دوں گا ۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کو منتخب کیا تو آپ نے ان کی تقرری اور عبداللہ بن ابی سرح کی

علیحدگی کا فرمان لکھ دیا۔ یہ فرمان لے کر محمد بن ابی بکر بہت سے مہاجرین و انصار کے ساتھ تشریف لے گئے اور معاملہ ختم ہو گیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد مدینہ میں ناگہاں شور اٹھا کہ مفسدین کی جماعتیں پھر مدینہ میں آگھسی ہیں اور یورش پیدا کر رہی ہیں۔ شور سن کر تمام مسلمان اپنے گھروں سے نکل آئے۔ دیکھا کہ مدینہ کی تمام گلی کوچوں میں انتقام انتقام کا شور برپا ہے۔ جب مفسدین سے ان کی اس حیرت انگیز واپسی کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ پر ایسا عجیب الزام لگایا کہ تمام لوگ دم بخود رہ گئے۔ انہوں نے کہا کہ محمد بن ابی بکر تیسری منزل میں تھے کہ وہاں سے خلافت کا ایک شترسوار گزرا جو نہایت تیزی کے ساتھ مصر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ محمد بن ابی بکر کے رفیقوں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ شترسوار نے کہا کہ میں امیرالمومنین کا غلام ہوں اور حاکم مصر کے پاس جا رہا ہوں۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ ہیں حاکم مصر، شترسوار نے کہا، یہ نہیں ہیں اور اپنے راستے پر چل دیا۔ لوگوں نے اسے دوبارہ پکڑ لیا۔ اور جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے خشک مشکیزہ کے اندر سے ایک خط ملا جس میں حضرت عثمانؓ کی مہر کے ساتھ یہ لکھا گیا تھا کہ محمد بن ابی بکر اور ان کے فلاں فلاں ساتھی جس وقت بھی تمہارے پاس پہنچیں، انہیں قتل کر دیا جائے اور ہر شکایت کرنے والے کو تا حکم ثانی قید رکھا جائے مفسدین نے کہا:۔ حضرت عثمانؓ نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اب ہم ضرور ان سے انتقام لیں گے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ اور بہت سے صحابہ جمع ہوئے اور مفسدین نے عثمانؓ کا خط ان کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عثمانؓ بھی یہاں تشریف لے آئے اور گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت علیؓ:۔ امیرالمومنین! یہ غلام آپ کا ہے؟

حضرت عثمانؓ ۔ ہاں!

حضرت علیؓ ۔ امیرالمومنین! یہ لونٹنی آپ کی ہے؟

حضرت عثمانؓ ۔ ہاں! میری ہے

حضرت علیؓ ۔ امیرالمومنین! اس خط پر مہر آپ کی ہے؟

حضرت عثمانؓ ۔ ہاں! یہ میری مہر ہے۔

حضرت علیؓ ۔ کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟

حضرت عثمانؓ ۔ میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہؑ کہتا ہوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا لور نہ میں نے کسی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا لور نہ مجھے اس کے متعلق معلوم ہے۔

حضرت علیؓ ۔ تعجب ہے کہ غلام آپ کا 'لونٹنی آپ کی 'خط پر مہر آپ کی لور پھر بھی آپ کو خط کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔

حضرت عثمانؓ ۔ واللہ! نہ میں نے اس خط کو لکھا لور نہ کسی سے لکھوایا لور نہ ہی میں نے غلام کو دیا کہ وہ اسے مصر لے جائے۔

اب خط دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ مروان کا رسم الخط ہے۔ اس وقت مروان حضرت عثمان کے مکان میں موجود تھا۔ لوگوں نے کہا۔ مروان کو ہمارے سپرد کر دیجئے' مگر آپ نے انکار فرمایا۔ اس پر ایک انتشار رونما ہوا۔ اکثر لوگوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کبھی جھوٹی قسم نہیں کھاتے مگر بعض کہتے تھے کہ وہ مروان کو ہمارے حوالے کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم تحقیق کر لیں۔ اگر مروان کی غلطی ثابت ہوئی تو ہم اسے سزا دیں گے لیکن حضرت عثمانؓ کو شبہ یہ تھا کہ اگر مروان کو مفسدین کے سپرد کیا گیا تو وہ اسے قتل کر دیں گے اس لیے آپ نے مروان کی سپردگی سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد مفسدین نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا لور مطالبہ کیا کہ حضرت عثمانؓ مسند خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا جب تک

مجھ میں سانس باقی ہے ' میں اس خلعت کو جو خدا نے مجھے پہنایا ہے ' اپنے ہاتھ سے نہیں اتاروں گا اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق اپنی زندگی کے آخری لمحے تک صبر سے کام لوں گا ۔

محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا ۔ کوئی شخص کھانا یا پانی اندر نہیں لے جا سکتا تھا ۔ بے احترامی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ بڑے بڑے اکابر صحابہ کی بھی شنوائی نہ تھی ' ایک دفعہ ام المومنین ام حبیبہ خود کھانا اٹھا کر لے گئیں تو مفسدین نے حرم رسول ﷺ کو بھی بے ادبی سے واپس کر دیا ۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا مگر باغیوں نے انہیں بھی داخلے کی اجازت نہ دی ۔ حضرت علیؓ نے اپنا عمامہ اتار کر حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیا تھا کہ انہیں نزاکت حال کا علم ہو جائے اور خود ننگے سر واپس تشریف لے گئے ۔

مدینہ کے تمام معاملات کی باگ حضرت علیؓ ' حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں رہتی تھی ۔ مگر اس ہنگامہ کرب و فساد میں ان اکابر کی آواز بھی بے اثر ہو گئی ۔ حرم سرائے عثمانی کے محصورین کی تکالیف جب حد سے زیادہ بڑھ گئی تو حضرت عثمانؓ خود بالا خانے پر تشریف لے گئے اور فرمایا ۔ کیا تم میں علیؓ موجود ہیں ؟ لوگوں نے کہا ۔ نہیں ۔ پھر آپ نے فرمایا ۔ کیا اس مجمع میں سعدؓ موجود ہیں ؟ جواب دیا گیا ' وہ بھی نہیں ۔ اب آپ رک گئے ۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا ۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو حضرت علیؓ سے جا کر یہ کہہ دے کہ وہ ہم پیاسوں کو پانی پلا دیں ۔ ایک درد مند آدمی نے نائب رسول ﷺ کے یہ درد مندانہ الفاظ سنے تو وہ بے تابانہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا ۔ آپ نے پانی کے تین مشکیزے اس وقت بھجوائے ۔ مگر یہ پانی بھی اتنی مشکل سے پہنچا کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے غلام زخمی ہو گئے ۔ اب مدینہ میں یہ خبر اڑی کہ اگر مروان سپرد نہ کیا گیا تو حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے جائیں گے ۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے امام حسنؓ اور امام

حسینؓ سے فرمایا کہ تم دونوں امیر المومنین کے دروازے پر ننگی تلواریں لیے کھڑے رہو اور کسی شخص کو اندر داخل نہ ہونے دو۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور کئی دوسرے صحابہ نے بھی اپنے اپنے لڑکوں کو آپ کی حفاظت کے لیے بھیجا۔

حضرت عثمان کا خطاب باغیوں سے:

حضرت عثمانؓ نے متعدد بار باغیوں کو سمجھانے کی کوشش فرمائی۔ ایک دفعہ آپ محل سرائے کی چھت پر تشریف لے گئے اور باغیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اے لوگو! وہ وقت یاد کرو جب مسجد نبوی کی زمین تنگ تھی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کون ہے جو اللہ کے لیے اس زمین کو خرید کر مسجد کے لیے وقف کرے اور جنت میں اس سے بہتر جگہ کا وارث ہو۔ وہ کون تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کی تھی؟

آوازیں آئیں۔ آپ نے تعمیل کی تھی۔

پھر فرمایا، میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم وہ وقت یاد کرو جب مدینہ میں بیرِ رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا اور تمام مسلمان روزانہ قلت آب سے تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ وہ کون تھا کہ جس نے رسول ﷺ کے حکم سے اس کنوئیں کو خریدا اور عام مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

آوازیں آئیں۔ آپ نے وقف فرمایا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ آج اسی کنوئیں کے پانی سے تم مجھے روک رہے ہو۔ پھر فرمایا۔ لشکر عسرت کا ساز و سامان کس نے آراستہ کیا تھا؟

لوگوں نے کہا۔ آپ نے۔

پھر فرمایا۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ہے جو اللہ کے لیے حق کی تصدیق کرے اور یہ بتائے کہ جب ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا تو آپ نے اس پہاڑ کو ٹھکرا دیا اور فرمایا۔ اے احد! ٹھہر جا کہ اس وقت تیری پیٹھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں اور اس وقت میں رسول اللہ کے ساتھ تھا؟

آوازیں آئیں۔ سچ فرمایا۔

پھر فرمایا۔ اے لوگو! خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے حدیبیہ کے مقام پر اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا تھا تو کیا واقعہ پیش آیا تھا؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ رسول اللہ نے اپنے ایک ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے خود اپنی بیعت کی تھی؟

مجمع سے آوازیں آئیں' آپ سچ فرماتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ حضرت عثمانؓ کے اس فضل و شرف کے اعتراف کے باوجود باغیوں کے پست دماغ سے بدنیتی کا خمار دور نہ ہوا۔ حج کی تقریب چند ہی روز میں ختم ہوئی چاہتی تھی اور باغیوں کو خطرہ تھا کہ مسلمان حج سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف پلٹیں گے اور اس کے ساتھ ہی ان کا سارا منصوبہ ختم ہو جائے گا۔ اس لیے انہوں نے آخری طور پر اعلان کر دیا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے حضرت امیر المومنین نے یہ ندا اپنے کانوں سے سنی اور فرمایا۔

> "اے لوگو! آخر کس جرم میں تم میرے خون کے پیاسے ہو شریعت اسلامی میں کسی شخص کے قتل کی تین ہی صورتیں ہیں۔ اس نے بدکاری کی ہو تو اسے سنگسار کیا جاتا ہے۔ اس نے قتل کیا ہو تو

وہ قصاص میں مارا جاتا ہے۔ مرتد ہو گیا ہو تو اسے انکار اسلام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ تم 'اللہ کے لیے بتاؤ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے ؟ کیا تم مجھ پر بدکاری کا الزام لگا سکتے ہو ؟ کیا میں رسول اللہ ﷺ کے دین سے پھر گیا ہوں؟ سنو ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی تمہارے پاس میرے قتل کی وجہ جواز باقی ہے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان دردناک الفاظ کا کسی کے پاس بھی جواب موجود نہ تھا۔ لیکن پھر بھی مفسدین کے دلوں میں خوف خدا پیدا نہ ہوا۔ مفسدین کی جماعت اپنے ناپاک ارادوں پر اب بھی قائم تھی۔

نائب رسول ﷺ کی بردباری:

جب حالات بہت زیادہ نازک ہو گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"اے امیر المومنین ! میں اس نازک وقت میں تین رائیں عرض کرتا ہوں۔ آپ کے طرفداروں اور جانبازوں کی ایک طاقتور جماعت یہاں موجود ہے۔ آپ جہاد کا حکم دیجئے۔ اس وقت بے شمار مسلمان رفاقت حق کے لیے کمربستہ ہیں۔ اگر یہ رائے مقبول نہ ہو تو آپ صدر دروازہ کے سامنے کی ایک دیوار توڑ کر محاصرہ سے نکلیے اور مکہ معظمہ تشریف لے جایئے۔ اگر یہ بھی پسند نہ ہو تو پھر شام

چلے جائیے۔ وہاں کے لوگ وفادار ہیں آپ کا ساتھ دیں گے۔"

پیکر استقلال حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

"میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتا۔ مجھے یہ منظور نہیں کہ میں رسول اللہ کا خلیفہ ہو کر امت کا خون بہاؤں۔ میں وہ خلیفہ نہ بنوں گا۔ جو امت محمدیہ میں خونریزی کی ابتدا کرے میں مکہ معظمہ میں بھی نہیں جا سکتا، کیونکہ میں نے اپنے آقا رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ قریش میں کوئی آدمی حرم محرم میں فتنہ فساد کرائے گا تو اس پر آدھی دنیا کا عذاب ہو گا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی اس وعید کا کبھی مورد نہیں بن سکتا۔ باقی رہا شام کا رادہ۔ تو میرے لیے یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ میں اپنے دار ہجرت اور رسول اللہ ﷺ کے پڑوس کی نعمت کو پس پشت ڈال دوں اور محمد مصطفےٰ ﷺ کی ہمسائیگی ترک کردوں۔"

حالات اور زیادہ نازک ہو گئے تو آپ نے ابو ثورا **لفہمی** سے درد مندانہ ارشاد فرمایا:۔

مجھے اپنے پروردگار سے بہت بڑی امیدیں ہیں اور میری دس امانتیں اس کی بارگاہ میں محفوظ ہیں:۔

۱۔ میں اسلام میں چوتھا مسلمان ہوں۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا۔

۳۔ ان کا انتقال ہو گیا تو دوسری صاحبزادی نکاح میں مرحمت فرمائی۔

۴۔ میں نے کبھی نہیں گایا۔

۵۔ میں نے کبھی بدی کی خواہش نہیں کی

۶ ۔ جس وقت سے میں نے رسول اللہ کی بیت کی ہے۔ میں نے اپنا وہ دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا ۔

۷ ۔ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں' ہر جمعہ کے دن میں نے ایک غلام آزاد کیا اور اگر کبھی میرے پاس نہیں ہوا تو میں نے اس کی قضا ادا کی ۔

۸ ۔ میں نے زمانہ جاہلیت یا اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا ۔

۹ ۔ میں نے زمانہ جاہلیت یا اسلام میں کبھی چوری نہیں کی ۔

۱۰ ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حیات پاک میں ہی قرآن کریم حفظ کر لیا تھا ۔

حالات پہلے سے بھی زیادہ نازک ہو گئے ۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اے خلیفہ رسول ﷺ ! اس وقت سات سو جانبازوں کی جمعیت محل سرائے کے اندر موجود ہے ۔ ایک بار اجازت دیجئے کہ ہم باغیوں کی طاقت آزما لیں ۔

ارشاد فرمایا ۔ " میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ ایک بھی مسلمان میرے لیے خون نہ بہائے "۔ پھر بیس غلاموں کو جو گھر میں موجود تھے ۔ طلب فرمایا ۔ وہ حاضر ہو گئے تو فرمایا ۔ " آج تم اللہ کے لیے آزاد ہو ۔ اس وقت زید بن سعد حاضر ہوئے اور عرض کیا" ۔ اے امیر المومنین ! رسول اللہ ﷺ کے انصار دروازے پر کھڑے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آج پھر اپنا وعدہ نصرت پورا کر دیں ۔ ارشاد فرمایا ۔" اگر لڑائی مقصود ہے تو اجازت نہ دوں گا ۔ آج میری سب سے بڑی حمایت یہ ہے کہ کوئی مسلمان میرے لیے تلوار نہ اٹھائے "۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ تشریف لائے اور نہایت انکسار کے ساتھ جہاد کی اجازت طلب کی ۔ وہ جانتے تھے کہ نائب رسول کی زبان سے جہاد کا ایک لفظ لاکھوں مسلمانوں کو ان کے جھنڈے تلے جمع کر دے گا ۔ ارشاد فرمایا ۔ " اے ابو ہریرہ ؓ! تمہیں یہ پسند آئے گا کہ

تمام دنیا کو، اس کے ساتھ مجھے قتل کردو۔" حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا۔ "اے امیرالمومنین! کوئی مسلمان بھی اس چیز کو پسند کر سکتا ہے؟

"ارشاد فرمایا۔ اگر تم نے ایک شخص کو بھی ناحق قتل کیا تو گویا تم نے سب مخلوق قتل کر دی۔ یہ سورہ مائدہ کی آیت کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ سنا تو چپ ہو گئے اور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت عثمان کی شہادت:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت عثمانؓ کے متعلق پیش گوئی فرما چکے تھے۔ عام مسلمان حضرت عثمانؓ کی خاموشی اور باغیوں کی تباہ کاریوں پر خون کے آنسو رو رہے تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ بالکل چپ تھے اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی تکمیل کا انتظار فرما رہے تھے۔ ابھی جمعہ کا آفتاب طلوع نہ ہوا تھا کہ آپ نے روزہ کی نیت فرمائی۔ اسی صبح خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلعم تشریف لائے ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آپ کے ہمرکاب تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔ "عثمانؓ! جلدی آؤ ہم یہاں افطاری کے لیے تمہارے منتظر بیٹھے ہیں"۔ آنکھ کھلی تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا۔ "میری شہادت کا وقت قریب آگیا۔ باغی ابھی مجھے قتل کر ڈالیں گے"۔ انہوں نے درد مندانہ کہا۔ "امیرالمومنین! ایسا نہیں ہو سکتا" ارشاد فرمایا۔ "میں یہ خواب دیکھ چکا ہوں۔ جب بستر سے اٹھے تو آپ نے وہ پاجامہ طلب فرمایا جس کو آپ نے کبھی نہیں پہنا تھا اور اسے زیب تن فرمایا۔ پھر بیس غلاموں کو آزاد کر کے کلام پاک کھولا اور یادِ حق میں مصروف ہو گئے۔

یہ حضرت عثمانؓ کے حرم سرا کے اندرونی حالات تھے ٹھیک اسی وقت محل سرا کے

باہر محمد بن ابی بکرؓ نے تیر چلانے شروع کر دیئے ایک تیر حضرت حسنؓ کو جو دروازے پر کھڑے تھے 'لگا اور وہ زخمی ہو گئے۔ دوسرا تیر سے محل کے اندر مروان تک پہنچا۔ ایک تیر حضرت علیؓ کے غلام قنبر کا سر زخمی ہو گیا۔ محمد بن ابی بکرؓ کو خوف پیدا ہوا کہ امام حسنؓ کا خون رنگ لائے بغیر نہیں رہے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے دو ساتھیوں سے کہا کہ اگر بنی ہاشم پہنچ گئے تو وہ حسنؓ کو بھول جائیں گے اور ہماری تمام کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔ اس لیے چند آدمی ابھی وقت محل سرا میں کودیں اور اپنا کام مکمل کر دیں۔ محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا اور اسی وقت چند باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں داخل ہو گئے۔ اس وقت جتنے بھی مسلمان محل سرا میں موجود تھے۔ اتفاق سے وہ سب اوپر کی منزل میں بیٹھے تھے اور حضرت عثمانؓ نیچے کے مکان میں تن تنہا مصروف تلاوت تھے۔ محمد بن ابی بکرؓ نے قابل صد افسوس حرکت کا ثبوت دیا۔ آگے بڑھا اور ہاتھ بڑھا کر حضرت عثمانؓ کی ریش مبارک پکڑ لی اور اسے زور زور سے کھینچنے لگا۔ حضرت عثمانؓ نے ارشاد فرمایا۔

"بھتیجے! اگر آج حضرت صدیق اکبرؓ زندہ ہوتے تو اس منظر کو پسند نہ فرماتے۔" اب محمد بن ابی بکر پشیمان ہوا اور پیچھے ہٹ گیا مگر کنانہ بن بشیر نے پیشانی مبارک پر لوہے کی سلاخ سے ایک دردناک ضرب لگائی۔۔۔۔ اور رسول اللہ کا یہ بزرگ ترین نائب فرش زمین پر گر پڑا اور فرمایا۔ بسم اللہ توکلت علی اللہ۔ دوسری بار سودان بن حمران نے ماری جس سے خون کا فوارہ چل نکلا۔ عمرو بن حمق کو یہ سفاہت ناکافی معلوم ہوئی۔ یہ ذلیل ترین بدوی حضرت عثمانؓ کے سینے پر کھڑا ہو گیا اور جسم مبارک و مطہر کو نیزے سے چھیدنے لگا۔ اسی وقت ایک اور بے رحم نے تلوار چلائی اور حضرت نائلہ نے ہاتھ سے روکا تو ان کی تین انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ اسی کش مکش کے دوران میں حضرت امیرالمومنین بے دم ہو رہے تھے کہ مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

جلادی اور بہیمیت کا یہ دردناک واقعہ صرف حضرت نائلہؓ کے غم نصیب آنکھوں کے سامنے ہوا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو ذبح کرتے دیکھا تو آپ کو ٹھے پر چڑھ کر چیخنے لگیں۔ امیرالمومنین شہید ہو گئے۔ "امیرالمومنین کے دوست دوڑتے نیچے آئے تو حضرت عثمانؓ فرش زمین پر کٹے پڑے تھے۔ جب یہ مصیبت انگیز خبر مدینہ میں پھیلی تو لوگوں کے ہوش اڑ گئے اور مدہوشانہ دوڑتے ہوئے محل سرا کی طرف آئے۔ مگر اب یہاں کیا رکھا تھا؟ حضرت علیؓ نے امام حسنؓ کو مارا ایک مکہ امام حسینؓ کی چھاتی پر دیا مگر اب یہ سب کچھ بعد از وقت تھا۔ حضرت عثمانؓ محل سرا کے اندر خون میں ڈوبے پڑے تھے۔ مگر محاصرہ اب بھی جاری تھا دو دن تک نعش مبارک وہیں بے گور و کفن پڑی رہی۔ تیسرے دن چند خوش قسمت مسلمانوں نے اس خونی لباس میت کو کندھا دیا۔ صرف سترہ مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی اور کتاب اللہ کے سب سے بڑے خادم اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے عاشق کو جنت البقیع کے گوشہ میں ہمیشہ کے لیے سلا دیا گیا۔

چونکہ حضرت عثمانؓ اس وقت تلاوت فرما رہے تھے اور قرآن مجید سامنے کھلا تھا۔ اس لیے خون ناحق نے جس آیت پاک کو رنگین فرمایا وہ یہ تھی۔

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (خدا کی ذات تم کو کافی ہے ان کے مقابلے میں حلیم ہے اور حکیم ہے) جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت ہوئی۔ حضرت زبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علیؓ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔

" میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں" سعید بن زیدؓ نے کہا۔ "لوگو! واجب ہے کہ اس بد اعمال پر کوہ احد پھٹے اور تم پر گرے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا" حضرت عثمانؓ جب تک زندہ تھے۔ خدا کی تلوار نیام میں تھی آج سے اس شہادت کے بعد یہ تلوار نیام

سے نکلے گی اور قیامت تک کھلی رہے گی۔" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔"اگر حضرت عثمانؓ کے خون کا بھی مطالبہ نہ کیا جاتا تو لوگوں پر آسمان سے پتھر برستے۔" خلافت اسلامی مدینہ سے اس طرح نکلے گی کہ وہ قیامت تک کبھی مدینہ میں واپس نہیں آئے گی۔ کعب بن مالکؓ نے شہادت کی خبر سنی۔ان کی زبان سے بے اختیار چند دردناک اشعار نکلے جو یہ ہیں:۔

اشعار کا ترجمہ:۔ " آپ نے اپنے دونوں ہاتھ باندھ لیے اور اپنا دروازہ بند کر لیا اور اپنے دل سے کہا اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے ۔آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دشمنوں کے ساتھ لڑائی مت کرو۔ آج جو شخص میرے لیے جنگ نہ کرے' وہ خدا کی امان میں رہے۔اے دیکھنے والے! حضرت عثمانؓ کی شہادت سے آپس میں میل محبت کس طرح ختم ہوا خدا نے اس کی جگہ بغض و عداوت مسلط کر دی۔ حضرت عثمانؓ کے بعد بھلائی مسلمانوں سے دور نکلے گی جس طرح تیز آندھیاں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں"۔

اسلام کی تقدیر پلٹ گئی:

شہادت عثمانؓ کی خبر آناً" فاناً" تمام ملک میں پھیل گئی۔اس وقت حضرت حذیفہؓ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ بعد کے تمام واقعات صرف اسی ایک جملے کی تفصیل ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"عثمان کے قتل سے اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ گیا ہے کہ اب وہ قیامت تک بند نہیں ہو گا۔"

حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں' امیر معاویہؓ گورنر شام کو جو بنی امیہ کے ممتاز ترین فرد تھے' بھیج دی گئیں ۔ جب یہ کرتہ مجمع میں کھولا گیا تو حشر برپا ہو گیا اور انتقام کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی ۔ بنی امیہ کے تمام ارکین امیر معاویہؓ کے گرد جمع ہو گئے ۔۔۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ حضرت علیؓ کی خلافت سے لے کر امام حسینؓ کی شہادت بلکہ امیر معاویہؓ کے بعد امویوں اور عباسیوں کی خلافت کے آخر تک جس قدر بھی واقعات پیش آئے ان میں ہر جگہ حضرت عثمانؓ کے خون کا اثر برابر موجود رہا ۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے تاریخ اسلام کا رخ پلٹ گیا ۔ جو کچھ جنگ جمل میں ہوا ' وہ بھی یہی تھا اور جو کچھ کربلا میں پیش آیا ' وہ بھی یہی تھا اور جو کچھ اس کے بعد امویوں اور عباسیوں نے کیا ' وہ سب اسی ایک ظلم یا گمراہی کے لازمی اور منطقی نتائج تھے ۔ شہادت عثمانؓ کے بعد بنی امیہ اور بنی ہاشم کی خاندانی رقابتوں کی آگ دوبارہ بھڑک اٹھی اور اسلام کے قدموں نے جو بجلی کی رفتار سے کائنات عالم کی اصلاح کے لیے اٹھ رہے تھے ایک ایسی ٹھوکر کھائی کہ بگڑے ہوئے حالات پھر درست نہ ہو سکے۔

شہادت علی مرتضٰی ؓ

جنگ جمل کے بعد:

جنگ جمل کے بعد اسلامی خلافت کی نزاع دو شخصوں میں محصور ہو گئی تھی۔ امام علی بن ابی طالب اور معاویہ ؓ بن ابی سفیان۔ ان کے درمیان تیسری شخصیت عمرو بن العاص کی تھی وہ اپنے سیاسی تدبر کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت رکھتے تھے۔

جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ خوارج کا پیدا کر دیا تھا۔ یہ اگرچہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس نے اپنا سیاسی مذہب یہ قرار دیا۔ ان الحکم الا اللّٰہ یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہیے۔ دراصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے۔ لہٰذا وہ کوفہ اور دمشق دونوں حکومتوں کے مخالف تھے۔

مکہ میں بیٹھ کر خارجیوں نے سازش کی۔ تین آدمیوں نے بیڑا اٹھایا کہ وہ پوری تاریخ اسلام بدل دیں گے اور انہوں نے بدل دی۔

عمرو بن بکر تمیمی نے کہا۔ ”میں حاکم مصر، عمرو بن العاص کو قتل کر دونگا۔ کیونکہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے۔“

برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا۔ ”میں معاویہ ؓ بن ابی سفیان کو قتل کر دونگا کیونکہ

اس نے مصر میں قیصریت قائم کی ہے۔"

ایک لمحہ کے لیے خاموشی چھا گئی۔ علیؓ بن طالب کے نام سے دل تھراتے تھے۔ بالآخر عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے مہر سکوت توڑ دی۔

"میں علیؓ کو قتل کردوں گا۔"

ان ہولناک مہموں کے لیے ۱۷ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی پہلے دو شخص اپنی مہم میں نا کام رہے لیکن عبدالرحمٰن بن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

مکہ سے چل کر عبدالرحمٰن کوفہ پہنچا۔ یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ عبدالرحمٰن ان کے ہاں آتا جاتا تھا۔ ایک قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ انہی میں ایک خوبصورت عورت قطام بنت شجنہ بن عدی بن عامر بھی تھی۔ عبدالرحمٰن اس پر عاشق ہو گیا۔ سنگدل نازنین نے کہا۔ "میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر میں طلب کروں' وہ ادا کرو۔ "ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتایا "تین ہزار درہم 'ایک غلام 'ایک کنیز اور علیؓ کا قتل۔"

عبدالرحمٰن نے کہا۔ "منظور 'مگر علیؓ کو کیونکر قتل کروں؟"

خونخوار معشوقہ نے جواب دیا۔ "چھپ کر "اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا تو مخلوق کو شر سے نجات دے گا اور اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا"

عبدالرحمٰن نے مطمئن ہو کر یہ شعر پڑھے۔

ثلاثة آلا ن وعبد وقينة

وضرب على با لجلم المصم

فلامهو اعلى من على و ان على

ولا فتک الا دون فتک ابن ملجم[1]

(طبقات ابن سعد۔ کامل ابن اثیر وغیرہ)

روائتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کے قلب میں آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم کی طرف جب دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ "خدا کی قسم، مجھے آنحضرت ﷺ نے بتلایا تھا کہ میری موت قتل سے ہو گی۔"

عبدالرحمٰن بن ملجم دو مرتبہ بیعت کے لیے آیا۔ مگر آپ نے لوٹا دیا۔ تیسری مرتبہ آیا تو فرمایا۔ "سب سے بد بخت آدمی کو کون چیز روک رہی ہے۔ واللہ یہ چیز (اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کر کے) ضرور رنگ جانے والی ہے۔" (ابن سعد)

کبھی کبھی اپنے ساتھیوں سے خفا ہوتے تو فرماتے۔

"تمہارے سب سے زیادہ بد بخت آدمی کو آنے اور میرے قتل کرنے سے کون چیز روک رہی ہے؟ خدایا میں اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ مجھے ان سے راحت دے اور انہیں مجھ سے راحت دے" (ابن سعد)

ایک دن جمعہ میں فرمایا۔

"قسم اس پروردگار کی جس نے بیج اگایا اور جان پیدا کی۔ یہ ضرور اس سے رنگ جانے والی ہے (اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا) بد بخت کیوں انتظار کر رہا ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا۔

"امیرالمومنین! ہمیں اس کا نام بتاؤ۔ ہم ابھی اس کا فیصلہ کر ڈالیں گے۔"

---

(۱) طبقات ابن سعد، کامل ابن اثیر، تاریخ طبری، جلد ۶، ص ۸۷

فرمایا۔

"تم ایسے آدمی کو قتل کرو گے جس نے ابھی مجھے قتل نہیں کیا ہے؟

"عرض کی گئی۔" تو ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ فرمایا نہیں میں تمہیں اسی حال میں چھوڑ جاؤں گا جس حال میں تمہیں رسول ﷺ چھوڑ گئے تھے۔"

لوگوں نے عرض کیا۔

"اس صورت میں آپ خدا کو کیا جواب دیں گے؟" فرمایا۔" کہوں گا۔ خدایا! میں ان میں تجھے چھوڑ آیا ہوں۔ تو چاہے تو ان کی اصلاح کر لے اور چاہے انہیں بگاڑ دے۔" (مسند امام احمد۔ مسند علی)

حادثہ سے پہلے:

آپ کی کنیز ام جعفر کی روایت ہے کہ واقعہ قتل سے چند دن پہلے میں آپ کے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ آپ نے سر اٹھایا۔ پھر داڑھی ہاتھ میں لی اور فرمایا۔" حیف تجھ پر، تو خون سے رنگی جائے گی۔ (ابن سعد)

آپ کے بعض اصحاب کو بھی اس سازش کا پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ خود بنی مراد میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔" امیرالمومنین! ہوشیار رہیے۔ یہاں کچھ لوگ آپ کے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں"۔ (الامامتہ والسیاسہ)

یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کس قبیلہ میں سازش ہو رہی ہے چنانچہ ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے آکر عرض کی۔" ہوشیار رہیے کیونکہ قبیلہ مراد کے کچھ

لوگ آپ کے قتل کی فکر میں ہیں۔" (ابن سعد)

یہ بھی واضح کیا گیا تھا کہ کون شخص ارادہ کر رہا ہے؟ اشعث نے ایک دن ابن ملجم کو تلوار لگاتے دیکھا اور اس سے کہا۔ "مجھے اپنی تلوار دکھاؤ۔ اس نے وہ تلوار دکھائی، تو وہ بالکل نئی تھی۔ انہوں نے کہا "" تلوار لگانے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ یہ زمانہ تو جنگ کا نہیں" عبدالرحمٰن نے کہا۔" میں گاؤں کے لونٹ ذبح کرنا چاہتا ہوں" اشعب سمجھ گئے اور اپنے خچر پر سوار ہو کر حضرت علیؓ کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا۔ آپ ابن ملجم کی جرات و شجاعت سے واقف ہیں۔ آپ نے جواب دیا "لیکن اس نے مجھے ابھی تک قتل نہیں کیا ہے۔"

ابن ملجم کا ارادہ اس قدر مشہور ہو گیا تھا کہ خود آپ بھی اسے دیکھ کر عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:۔

اريد حياته، و يرد قتلى

غد يرك من خليلك من مراد

ابن ملجم برابر برات کیا کرتا تھا۔ لیکن ایک دن جھنجھلا کر کہنے لگا جو بات ہونے والی ہے ہو کر رہے گی۔"

اس پر بعض لوگوں نے کہا "آپ اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر اسے قتل کیوں نہیں کر ڈالتے؟"

فرمایا۔ "اپنے قاتل کو کیسے قتل کروں۔" (کامل)

صبح شہادت:

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم، اشعب بن

قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ اس نے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو اپنا شریک کار بنا لیا تھا۔ دونوں تلوار لے کر چلے اور اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیرالمومنین نکلا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

اس رات امیرالمومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ فرزند! رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی امت سے میں نے بڑی تکلیف پائی۔ فرمایا "دعا کر کہ خدا تجھے ان سے چھٹکارا دے دے (کامل)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اسی وقت ابن البناح موذن بھی حاضر ہوا اور پکارا۔ لوگو! (نماز) میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اٹھے۔ ابن البناح آگے تھا۔ میں پیچھے تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر آپ نے پکارا۔ لوگو! نماز" روز آپ کا یہی دستور تھا کہ لوگوں کو نماز کے لیے مسجد میں آنے کے لیے جگاتے پھرتے تھے۔ (ابن سعد)

ایک روایت میں ہے کہ موذن کے پکارنے پر اٹھے نہیں لیٹے رہے موذن دوبارہ آیا مگر آپ سے پھر بھی نہ اٹھا گیا۔ سہ بارہ اس کے آواز دینے پر آپ بمشکل یہ شعر پڑھتے مسجد کو چلے۔

اشدد حیازیمك للموت

فان الموت آتیك (۱)

موت کے لیے کمر کس لے کیونکہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے۔

ولا تجزع من الموت

اذا حل بوادیکا

موت سے نہ ڈر۔ اگر وہ تیرے ہاں نازل ہو جائے۔" (احیاءالعلوم جلد ۴)

آپ جونہی آگے بڑھے ۔ دو تلواریں چمکتی نظر آئیں اور ایک آواز بلند ہوئی ۔ "حکومت خدا کی ہے نہ کہ علیؓ تیری ! شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی لیکن ابن ملجم کی تلوار آپ کی پیشانی پر پڑی اور دماغ میں اتر گئی ۔ (ابن سعد)

زخم کھاتے ہی آپ چلائے ۔

"فزت برب الکعبہ" (رب کی قسم' میں کامیاب ہو گیا)

(احیاءُ العلوم جلد ۴)

نیز پکارے ۔ " قاتل جانے نہ پائے ۔" لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے شبیب تو نکل بھاگا ۔ (ابن سعد)

عبدالرحمٰن نے تلوار گھمانا شروع کر دی اور مجمے کو چیرتا ہوا آگے بڑھا ۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے ۔ لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو اپنے وقت کے پہلوان تھے ۔ دوڑے اور بھاری کپڑا اس پر ڈال کر زمین پر دے مارا ۔ (الکامل)

قاتل اور مقتول میں گفتگو :

امیرالمومنین گھر پہنچائے گئے ۔ آپ نے قاتل کو طلب کیا ۔ جب وہ سامنے آیا تو فرمایا ۔ "او دشمن خدا ! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کئے تھے ؟" اس نے کہا ۔ "ہاں" فرمایا " پھر تم نے یہ حرکت کیوں کی ؟" کہنے لگا ۔ " میں نے اسے (تلوار کو) چالیس دن تیز کیا تھا اور خدا سے دعا کی تھی کہ اس سے اپنی بد ترین مخلوق قتل کروائے ۔" میں سمجھتا ہوں تو اسی سے قتل کیا جائے گا ۔ اور خیال کرتا ہوں تو ہی خدا کی بدترین مخلوق ہے ۔" (طبری)

آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ نے پکار کر کہا ۔" او دشمن خدا ! تو نے امیرالمومنین کو

قتل کر ڈالا " "میں نے امیرالمومنین کو قتل نہیں کیا۔ البتہ تمہارے باپ کو قتل کیا ہے" ۔"انہوں نے خفا ہو کر کہا۔ "واللہ' میں امید کرتی ہوں امیرالمومنین کا بال بیکا نہ ہو گا" کہنے لگا "پھر کیوں آنسو بہاتی ہو!" پھر بولا "بخدا میں نے مہینہ بھر اسے (تلوار کو) زہر پلایا ہے۔ اگر اب بھی یہ بے وفائی کرے تو خدا اسے غارت کر دے۔" (ابن سعد)

امیرالمومنین نے حضرت حسنؓ سے کہا۔ "یہ قیدی ہے۔ اس کی خاطر تواضع کرو' اچھا کھانا دو' نرم بچھونا دو' اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعوے دار میں ہو گا۔ قصاص لوں گا یا معاف کردوں گا۔ اگر مرجاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔" (ابن سعد)

"اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کر دو۔ اور کہو کہ امیرالمومنین قتل ہو گئے۔ خبردار میرے قاتل کے سوا دوسرا قتل نہ کیا جائے۔ اے حسنؓ! اگر میں اس کی ضرب سے مرجاؤں تو ایسی ہی ضرب سے اسے بھی مارنا۔ اس کے ناک' کان کاٹ کر لاش خراب نہ کرنا کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار ناک کان نہ کاٹو' اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو۔" (طبری)

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔

"اگر تم قصاص لینے ہی پر اصرار کرو تو چاہیے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اس نے مجھے مارا لیکن اگر معاف کر دو تو یہ تقوی سے زیادہ قریب ہے۔" (کامل)

وصیت:

پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو جندب بن عبداللہ نے حاضر ہو کر کہا۔ "خدا نخواستہ اگر ہم نے آپ کو کھو دیا تو کیا حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کریں؟ آپ نے جواب دیا۔" میں تمہیں نہ اس کا حکم دیتا ہوں' نہ اس سے منع کرتا ہوں۔اپنی مصلحت تم بہتر سمجھتے ہو۔"

پھر اپنے صاحبزادوں حسنؓ اور حسینؓ کو بلا کر فرمایا۔

"میں تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا۔ اگرچہ وہ تمہارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اس پر نہ کڑھنا' ہمیشہ حق کرنا' یتیم پر رحم کھانا' بیکس کی مدد کرنا' آخرت کے لیے عمل کرنا' ظالم کے دشمن بننا' مظلوم کے حامی بننا' کتاب اللہ پر چلنا۔ خدا کے باب میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروانہ کرنا۔"

پھر آپ نے تیسرے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھا۔ "جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تو نے حفظ کر لی؟"

انہوں نے عرض کی۔ "جی ہاں" فرمایا "میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں' نیز وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر ان کی رائے کے کوئی کام نہ کرنا۔" پھر امام حسن و حسین علیہم السلام سے فرمایا۔" میں تمہیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے' تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔"

پھر امام حسنؓ سے فرمایا۔ "فرزند! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں خوف خدا کی' اپنے اوقات میں نماز قائم کرنے کی' میعاد پر زکوۃ ادا کرنے کی' ٹھیک وضو کرنے کی' کیونکہ نماز بغیر طہارت ممکن نہیں اور مانع زکوۃ کی نماز قبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں۔ خطائیں معاف کرنے کی' دین میں عقل و دانش کی' ہر معاملہ میں تحقیق کی' قرآن سے مزاولت

کی ' پڑوسی سے حسن سلوک کی ' امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ' فواحش سے اجتناب کی ۔"

(طبری جلد ٦)

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے کہا ۔

"خدا سے ڈرتے رہو ۔ اس کی اطاعت کرو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے ' اس کا غم نہ کرو ۔ اس کی عبادت پر کمربستہ رہو ' چست و چالاک بنو ' ست نہ بنو ' ذلت قبول نہ کرو ۔ خدایا ہم سب کو ہدایت پر جمع کر دے ' ہمیں اور انہیں دنیا سے بے رغبت کر دے ہمارے اور ان کے لیے آخرت ' اولیٰ سے بہتر کر دے ۔" (الامامتہ والسیاستہ)

وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی ۔

" یہ علیؓ بن ابی طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔ میری نماز ' میری عبادت ' میرا جینا ' میرا مرنا ' سب کچھ اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے ۔ اس کا کوئی شریک نہیں ۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں ۔ پھر اے حسنؓ ! میں تجھے اور اپنی تمام اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا ۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو ' اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو ۔ کیونکہ میں نے ابو القاسمؐ (رسول ﷺ) کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے ۔ اپنے رشتہ

داروں کا خیال رکھو ۔ ان سے بھلائی کرو ۔ خدا تم پر حساب آسان کر دے گا ۔ اور ہاں یتیم ! یتیم ! یتیموں کا خیال رکھو ۔ ان کے منہ میں خاک مت ڈالو ۔ وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں اور دیکھو تمہارے پڑوسی ! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو ۔ کیونکہ یہ تمہارے نبی کی وصیت ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے 'شاید انہیں ورثہ میں شریک کر دیں گے اور دیکھو قرآن ! قرآن ! ایسا نہ ہو قرآن پر عمل کرنے سے کوئی تم پر بازی لے جائے اور نماز ! نماز ! کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے اور تمہارے رب کا گھر ! اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا اور جہاد فی سبیل اللہ ! اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتے رہو ۔ زکوٰۃ ! زکوٰۃ ! زکوٰۃ پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کر دیتی ہے اور ہاں تمہارے نبی ﷺ کے ذمی ! تمہارے نبی ﷺ کے ذمی (یعنی وہ غیر مسلم جو تمہارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) 'ایسا نہ ہو' ان پر تمہارے سامنے ظلم کیا جائے اور تمہارے نبی کی صحابہؓ ! تمہارے نبی کے صحابی ۔ یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے اور فقراء و مساکین ! انہیں اپنی روزی میں شریک کرو اور تمہارے غلام ! تمہارے غلام ! غلاموں کا خیال رکھنا ۔ خدا کے باب میں اگر کسی کی بھی پروا نہ کرو گے تو خدا تمہارے دشمنوں سے تمہیں محفوظ کر دے گا ۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو ۔ میٹھی بات کرو ۔ ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے ۔ امر بالمعروف اور نہی

عن المنکر نہ چھوڑنا ۔ ورنہ تمہارے اشرار تم پر مسلط کر دیئے
جائیں گے ۔ اور تم دعا کرو گے' مگر قبول نہ ہوگی باہم ملے جلے رہو ۔
بے تکلف اور سادگی پسند رہو ۔ خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور
نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا ۔ نیکی اور تقویٰ پر باہم مدد گار رہو ۔ مگر
گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو ۔ خدا سے ڈرو کیونکہ اس کا
عذاب بڑا ہی سخت ہے ۔ اے اہل بیت! خدا تمہیں محفوظ رکھے اور
اپنے نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر قائم رکھے ۔ میں تمہیں خدا ہی
کے سپرد کرتا ہوں' تمہارے لیے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں ۔"

اس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اور ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

(طبری جلد ۶)

دفن کے بعد:

دفن کے بعد دوسرے دن حضرت امام حسنؓ نے مسجد میں خطبہ دیا :۔

" لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہو گیا ہے جس سے نہ اگلے' علم میں پیش قدمی کر سکے اور نہ پچھلے اس کی برابری کر پائیں گے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جھنڈا دیتے تھے اور اس کے ہاتھ پر فتح ہو جاتی تھی ۔ اس نے سونا چاندی کچھ نہیں چھوا ۔ صرف اپنے روزینے میں سے کاٹ کر سات سو درہم گھر کے لیے جمع کئے تھے (ایک درہم تقریباً" چار آنے کا ہوتا ہے) (مسند حسن)

زید بن حسینؓ سے مروی ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر کلثوم بن عمر کے ذریعے مدینہ میں پہنچی ۔ سنتے ہی تمام شہر میں کہرام مچ گیا ۔ کوئی آنکھ نہ تھی

جو نہ روتی ہو ۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو رسول اللہ کی وفات کے دن دیکھا گیا تھا ۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ نے کہا ۔۔۔"چلو ام المومنین عائشہؓ کو دیکھیں کہ رسول اللہ کے بھتیجے کی موت کا سن کر ان کا کیا حال ہے ؟"

حضرت زیدؓ کہتے ہیں ۔

"سب لوگ ہجوم کر کے ام المومنین کے گھر گئے ۔ اور اجازت چاہی ۔ انہوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے سے پہنچ چکی ہے اور ام المومنین غم سے نڈھال اور آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں ۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموشی سے لوٹ آئے ۔" حضرت زیدؓ فرماتے ہیں ۔ دوسرے دن مشہور ہوا ۔ ام المومنین ' رسول اللہ ﷺ کی قبر پر جا رہی ہیں ۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے ۔ استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے ۔ مگر ام المومنین نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں ' نہ بولتی تھیں ۔ شدت گریہ سے زبان بند تھی ۔ دل تنگ تھا ۔ چادر تک نہ سنبھلتی تھی ۔ بار بار پیروں میں الجھتی اور آپ لڑکھڑا جاتیں ۔ بدقت تمام پہنچیں ۔ لوگ پیچھے پیچھے آ رہے تھے ۔ حجرہ میں داخل ہوئیں ' تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہو گئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا :۔

> "اے نبی ﷺ ہدایت ! تجھ پر سلام ' ابو القاسمؓ تجھ پر سلام ' رسول اللہ ! آپ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام ! میں آپ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپ کو سنانے آئی ہوں ۔ میں آپ کے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں ۔ بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب ' منتخب کیا ہوا عزیز قتل ہو گیا ۔ جس کی بیوی افضل ترین عورت تھیں ۔ واللہ وہ قتل ہو گیا ۔ جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا ۔ میں رونے والی غمزدہ ہوں ۔ میں اس پر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں ۔ اگر قبر کھل جاتی تو تیری زبان بھی یہی کہتی

کہ تیرا عزیز ترین اور افضل ترین وجود قتل ہو گیا ۔ (عقد الفرید ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین عائشہ نے جب امیرالمومنین کی شہادت سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا ۔ "اب عرب جو چاہیں کریں کوئی انہیں روکنے والا نہیں رہا ۔" (استیعاب)

آپ کے مشہور صحابی ابوالاسود الدولی نے مرثیہ کہا تھا جس کا پہلا شعر کتب ادب و محاضرات میں عام طور پر نقل کیا جاتا ہے :-

الا ابلغ معاویة بن حرب
فلا ترت عیون الشاتینا

ہماری دیگر کتب

کتاب	مصنف	قیمت
روشنی	مولانا محمد متین ہاشمی	200 روپے
دیوانِ غالب	اسداللہ خان غالب	90 روپے
تذکرہ	ابوالکلام آزاد	180 روپے
ملتِ اسلامیہ	سراج منیر	120 روپے
ام الکتاب	ابوالکلام آزاد	زیرِ طبع
غبارِ خاطر	ابوالکلام آزاد	زیرِ طبع